ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
37
www.tanzeem.org
5 تا 11 محرم الحرام 1439ھ/ 26 ستمبر تا 2 اکتوبر 2017ء

داعیان دین اور قوت مدافعت

''زندگی کی راہ میں بے شمار گھاٹیاں اور خطرناک موڑ آتے ہیں جو دعوت دین کی راہ بند کر دیتے ہیں اور اسلام کے لئے کام کرنے والوں کے لیے بڑے مصائب پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن بہترین، ترتیب، راست رہنمائی اور دائمی تذکیر کا کام یہ ہے کہ افراد کے اندر ایسی زبردست قوتِ مدافعت پیدا کر دے جو انہیں انحراف اور ہلاکت کے عوامل اور تباہ کن چیزوں سے بچا سکے اور انہیں دنیا اور اس کی زیب و زینت کی فتنہ سامانیوں اور گمراہیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے مضبوط و مستحکم رکھ سکے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں اکثر داعیانِ دین کے اندر مضبوط و مستحکم نفسی قوتِ مدافعت کا فقدان ہے، جس کی وجہ سے غیر اسلامی فکر اور راہ کی طرف مائل ہونے اور دُنیا کے مکر و کید میں پھنسنے کے اندیشے ہر وقت لگے رہتے ہیں۔ افکار و نظریات اور قیمتی سے قیمتی تصورات رائیگاں چلے جاتے ہیں اگر ان کے حاملین ایسی حسّی عملی تیاری نہ کریں جو ان کے مستقبل اور ان کی دعوت کے مستقبل میں پیش آنے والے ہنگامی حالات سے مقابلہ کر سکے اور جب تک داعیانِ دین کی زندگی دعوت کے اصولوں اور اقدار کی چلتی پھرتی تصویر نہ بن جائے اور ان کے نزدیک اسلام ہی ہر فیصلہ کی کسوٹی، ہر مسئلہ کا حل اور ہر تصور کا ماخذ نہ بن جائے۔ ورنہ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے ہوائے نفس انہیں اپنی طرف مائل کر دیتی ہے اور مرغوباتِ دُنیا انہیں جادۂ حق سے پھسلا دیتے ہیں۔ اگر داعیانِ اسلام کے اندر عقیدہ کی پختگی نہیں ہوگی، اخلاق و ایمان کی طاقت سے وہ مسلح نہیں ہوں گے، اپنے نفس کا محاسبہ کرنے میں تیز اور حساس نہیں ہوں گے، ان کا رب سے مضبوط و مستحکم تعلق قائم نہیں ہوگا، شبہات سے دامن نہیں بچائیں گے، اطاعت کا شوق و ولولہ نہیں ہوگا اور نوافل و عبادات سے گہری دلچسپی نہیں ہوگی تو یقینی طور پر اس معاشرہ کی آلائشوں سے اپنا دامن بچا نہیں سکیں گے اور سوسائٹی کے انحراف اور الحاد کی بیماری ان کے اندر بھی سرایت کر جائے گی۔''

استاد فتحی یکن

اس شمارے میں

نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا ایک قابل عمل اور مؤثر طریق کار

اسلامی معاشرہ کے خدوخال (4)

مطالعۂ کلامِ اقبال

پاکستان کی خارجہ پالیسی ماضی، حال اور مستقبل

مگر کاسہ نکل آیا......!

حج کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟

الھدیٰ (772)

ساری کائنات کا مالک صرف اللہ ہی ہے

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ مَریَم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 65 تا 68

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا فَاعۡبُدۡہُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِہٖ ؕ ہَلۡ
تَعۡلَمُ لَہٗ سَمِیًّا ﴿٦٥﴾ وَیَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ حَیًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا
یَذۡکُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰہُ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ یَکُ شَیۡئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّکَ لَنَحۡشُرَنَّہُمۡ
وَالشَّیٰطِیۡنَ ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّہُمۡ حَوۡلَ جَہَنَّمَ جِثِیًّا ﴿٦٨﴾

آیت ٦٥ ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا فَاعۡبُدۡہُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِہٖ ؕ ہَلۡ تَعۡلَمُ لَہٗ سَمِیًّا ﴿٦٥﴾﴾ ’’وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور اس کا جو ان دونوں کے مابین ہے‘ پس آپؐ اسی کی عبادت کریں اور جمے رہیں اس کی عبادت پر۔ کیا آپ جانتے ہیں کوئی اس کا ہم نام؟‘‘

ظاہر ہے جو اللہ کی صفات ہیں‘ جو اس کی شان ہے‘ ایسی صفات اور ایسی شان رکھنے والی کوئی ہستی کائنات میں موجود نہیں۔

آیت ٦٦ ﴿وَیَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ حَیًّا ﴿٦٦﴾﴾ ’’اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو پھر مجھے زندہ کر کے نکال لیا جائے گا؟

یہ ان لوگوں کا قول نقل ہوا ہے جو بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ مشرکین مکہ کے عقائد کے بارے میں پہلے بھی کئی بار بتایا جا چکا ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر آخرت کے قائل تھے‘ اسی لیے تو بُتوں کے بارے میں ان کے اس عقیدے کا قرآن میں ذکر ہوا ہے: ﴿وَیَقُوۡلُوۡنَ ہٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ﴾ (یونس: ١٨) ’’اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہوں گے۔‘‘

آیت ٦٧ ﴿اَوَلَا یَذۡکُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰہُ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ یَکُ شَیۡئًا ﴿٦٧﴾﴾ ’’کیا انسان یہ بات یاد نہیں کرتا کہ ہم نے ہی اسے پیدا کیا تھا اس سے پہلے جبکہ وہ کچھ بھی نہیں تھا!‘‘

آج جو انسان حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ بھلا مر جانے کے بعد میں پھر سے کیسے زندہ کر کے اٹھا کھڑا کیا جاؤں گا‘ کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ نے اسے اس وقت ایک انسان کی صورت میں پیدا کیا تھا جب وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ تو اب اللہ کے لیے اسے دوبارہ زندہ کر دینا کیونکر مشکل ہو گا؟

آیت ٦٨ ﴿فَوَرَبِّکَ لَنَحۡشُرَنَّہُمۡ وَالشَّیٰطِیۡنَ ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّہُمۡ حَوۡلَ جَہَنَّمَ جِثِیًّا ﴿٦٨﴾﴾ ’’تو آپؐ کے ربّ کی قسم! ہم ضرور جمع کریں گے انہیں اور تمام شیطانوں کو بھی‘ پھر ہم ضرور حاضر کریں گے انہیں جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے۔‘‘

فرمانِ نبویؐ

اللہ پر ایمان کے معنی

عَنۡ سُفۡیَانَ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰہِ الثَّقَفِیِّ قَالَ قُلۡتُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ قُلۡ لِیۡ فِی الۡاِسۡلَامِ قَوۡلًا لَا اَسۡأَلُ عَنۡہُ اَحَدًا بَعۡدَکَ؟ قَالَ: ((قُلۡ اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسۡتَقِمۡ))
(رواہ مسلم، کتاب الایمان)

حضرت سفیان بن عبد اللہ ؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول (ﷺ)! مجھے اسلام کے سلسلہ میں ایک ایسی بات کی تلقین فرمائیے کہ میں آپؐ کے بعد کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ’’کہو میں اللہ پر ایمان لایا‘ پھر (مضبوطی کے ساتھ اپنے اس مسلک پر) جم جاؤ۔

تشریح: ’’میں اللہ پر ایمان لایا‘‘ یعنی میں یہ نظریہ رکھتا ہوں کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات کا مالک، معبود اور بادشاہ صرف اللہ ہی ہے۔ وہی مشکل کشا، حاجت روا اور کارساز ہے۔ ساری کائنات میں تنہا اسی کا اقتدار ہے۔ اس نظریہ کے مطابق زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کی پیروی کروں گا اور اس کے نازل کردہ ضابطۂ حیات کی اطاعت کروں گا اور اس سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

’’جم جاؤ‘‘ کا مفہوم یہ ہے کہ تم کبھی نظریہ توحید سے انحراف نہ کرو اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت میں سرگرم رہو۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان‘ نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
5 تا 11 محرم الحرام 1439ھ جلد 26
26 ستمبر تا 2 اکتوبر 2017ء شمارہ 37
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو‘ لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------(2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
حافظ عاکف سعید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ملک عزیز پاکستان میں سیکولرازم اور لبرل ازم کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے سدباب اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا ایک قابلِ عمل اور مؤثر طریق کار

18 ستمبر 2017ء کو ملی یک جہتی کونسل کی مجلس قائدین کا ایک اجلاس ٹوپاز بینکوئٹ ہال‘ جوہر ٹاؤن‘ لاہور میں منعقد ہوا‘ جس کی میزبانی تنظیم اسلامی نے کی۔ اس موقع پر امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ نے جو مقالہ پیش کیا‘ خصوصی اہمیت کے پیش نظر اِسے اداریے کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

اعوذ باللّٰہ من الشَّیطٰن الرَّجیم ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ ۟ قف﴾ (آل عمران: ۱۹)

﴿وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ﴾ (آل عمران: ۸۵)

﴿اَفَحُکۡمَ الۡجَاہِلِیَّۃِ یَبۡغُوۡنَ ؕ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾﴾ (المائدۃ)

﴿وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾﴾ (المائدۃ)

﴿وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾﴾ (المائدۃ)

﴿وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۷﴾﴾ (المائدۃ)

میں ملی یک جہتی کونسل کے صدر‘ محترم صاحبزادہ ابوالخیر زبیر اور سیکرٹری جنرل محترم لیاقت بلوچ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس نہایت اہم ملی وقومی سطح کے پلیٹ فارم پر تفصیلی اظہار خیال کا خصوصی موقع عطا فرمایا۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ گزشتہ سربراہی اجلاس کے موقع پر جو متفقہ اعلامیہ تیار کیا گیا تھا‘ اس کے باضابطہ اعلان سے قبل محترم لیاقت بلوچ نے کمال شفقت سے وہ اعلامیہ مجھے بھی دکھایا تاکہ میں اگر اس میں کوئی قطع و برید یا حک و اضافہ کرنا چاہوں تو تجویز کردوں۔ اس اعلامیے میں حسبِ معمول ملکی وقومی سطح کے بہت سے issues کے حوالے سے حکومت وقت کے نامناسب طرزِ عمل اور دین دشمن اقدامات کی شدید ترین الفاظ میں مذمت کی گئی تھی۔ میں نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ comment لکھ کر محترم لیاقت بلوچ کو واپس تھما دیا کہ آخر کب تک صرف مذمت ہی پر اکتفا کرتے رہیں گے‘ کوئی ٹھوس لائحہ عمل سوچنا چاہیے۔

اس پر پنجابی کے محاورے ”جیہڑا بولے اوہی کنڈا کھولے“ کے مصداق جناب لیاقت بلوچ نے جواباً یہ کام میرے ذمے ڈال دیا اور فرمایا کہ ٹھوس لائحہ عمل آپ تجویز کریں۔ ساتھ ہی یہ اعلان فرما دیا کہ ملی یکجہتی کونسل کی سپریم کونسل کا آئندہ اجلاس لاہور میں ہوگا‘ اس کی میزبانی تنظیم اسلامی کرے گی اور اس میں امیر تنظیم اسلامی‘ پاکستان کے موجودہ مسائل کے حوالے سے ٹھوس لائحہ عمل تفصیل سے بیان کریں گے۔ چنانچہ آج کے اجلاس کی میزبانی کا شرف تنظیم کو حاصل ہوا ہے اور طے شدہ فیصلے کے مطابق مجھے دینی جماعتوں کے اس قابل احترام فورم کے سامنے وہ راستہ یا لائحہ عمل تجویز کرنا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ہم مملکت پاکستان کو حقیقی معنوں میں

ایک اسلامی فلاحی ریاست کے قالب میں ڈھال سکیں۔ حضراتِ محترم! میرے نزدیک یہ ہماری قومی زندگی کے اہم ترین issue کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن وسنت کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میرا احساس یہ ہے کہ ہم مسلمانانِ پاکستان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کے حوالے سے یہ issue ایک فیصلہ کن اہمیت کا حامل ہے۔

موضوع پر براہ راست گفتگو سے قبل چند تمہیدی باتیں عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ پوری اُمتِ مسلمہ اور بالخصوص ملتِ اسلامیہ پاکستان کے حوالے سے علامہ اقبال کا یہ فرمان صد فی صد درست ہے کہ ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری!

حضراتِ محترم! یہ ایک امر واقعہ ہے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اور معجزانہ طور پر ہمیں عطا ہوا ہے۔ اس کا قیام ماہ رمضان کی ستائیسویں شب میں عمل میں آیا۔ لہٰذا پاکستان کا استحکام ہی نہیں اس کی بقا کا انحصار بھی حقیقی اسلامی نظام کے قیام پر ہے۔ آدھا ملک ہم گنوا چکے ہیں اور بقیہ آدھا بحرانوں اور گوناگوں مسائل کی آماج گاہ بنا رہتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم نے اس سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا!

دوسری تمہیدی بات' یہ درست ہے کہ یہاں کے عوام میں 96 فیصد افراد مسلمان ہیں۔ غیر مسلم اقلیت یہاں اتنی قلیل ہے کہ وہ اسلام کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت بلکہ المیہ ہے کہ ریاستی نظام کی سطح پر اسلام کی عمل داری صفر ہے۔ آج بھی پورا ریاستی نظام انگریز کے چھوڑے ہوئے نظام پر استوار ہے۔ کہنے کو حدود آرڈیننس اس ملک میں نافذ ہوا' لیکن چونکہ پورا عدالتی نظام اب بھی انگریز کے بنائے ہوئے اصولوں پر چل رہا ہے جو اس نے بطور حاکم ہمارے اوپر مسلط کیا تھا' لہٰذا یہ قطعی غیر مؤثر ثابت ہوا۔ چنانچہ تاریخ کا سب سے بڑا مذاق ہے کہ کہنے کو حدود آرڈیننس اس ملک میں نافذ ہوئے ایک تہائی صدی سے زائد عرصہ گزر چکا ہے لیکن آج تک کسی چور کا ہاتھ کاٹا گیا نہ کسی زانی پر حد جاری کی گئی ---- گویا 20 کروڑ مسلمانوں کے اس ملک میں آج تک نہ کوئی چوری کی واردات ہوئی اور نہ زنا کا کوئی واقعہ پیش آیا۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے! دین کے ساتھ اس سے بڑا مذاق اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قیامِ پاکستان کو 70 سال سے زائد ہو چکے ہیں لیکن آج بھی پوری ملکی معیشت سود پر استوار ہے' جس کی مذمت میں قرآن وحدیث میں سخت ترین وعید آئی ہے۔ اس حوالے سے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہم قیامِ پاکستان سے آج تک اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف حالتِ جنگ میں ہیں۔ مجھے بتائیے کہ ان حالات میں اللہ کی نصرت اور رحمت ہمارے شاملِ حال کیوں کر ہو سکتی ہے؟ ہاں اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کو ہم ہر آن دھڑلے سے دعوت دیتے ہیں اور ہمارے احساسات پر جوں تک نہیں رینگتی۔ الا ماشاء اللہ!

اسی طرح معاشرتی سطح پر جائزہ لیا جائے تو بے لگام الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے پورے ملک میں عریانی اور فحاشی یعنی ابلیسی تہذیب کا ایک سیلاب نظر آتا ہے۔ یہ الیکٹرانک میڈیا آج ہمارے حواس پر آسیب کی طرح سوار ہے۔ ملکی وسرکاری سطح پر اس شیطانی ایجنڈے کی بھرپور سرپرستی کی جا رہی ہے اور اسلامی معاشرتی تعلیمات اور دینی اقدار کی عمداً دھجیاں بکھیری جاتی ہیں۔ مختصراً یہ کہ آج بحیثیت قوم ہمارا پورا اجتماعی نظام اللہ اور رسول ﷺ سے کھلی بغاوت کی غمازی کر رہا ہے۔ ہماری اس روش کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم نہ صرف یہ کہ اللہ کی رحمت اور نصرت سے محروم ہیں بلکہ پوری دنیا میں ذلت و خواری ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے۔ انٹرنیشنل ایئر پورٹس پر ہمارے ''گرین پاسپورٹ'' کی جو ''عزت افزائی'' ہوتی ہے وہ انتہائی رسوا کن بھی ہے' عبرت ناک بھی۔ چنانچہ امر واقعہ ہے کہ آج ہم عملاً آیت قرآنی ﴿ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ ۗ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ﴾ (البقرہ:٦١) کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ اسی ذلت ومسکنت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ مسلسل قرض کی مے پینے کے نتیجے میں آج ہم معاشی طور پر ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کی بدترین غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔

ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارے اس مجرمانہ طرزِ عمل کے نتیجے میں عذاب کا ایک عبرت ناک کوڑا سقوطِ مشرقی پاکستان کی صورت میں ہماری پیٹھ پر برس چکا ہے۔ اپنے ازلی دشمن کے مقابلے میں ذلت آمیز شکست کا داغ ہمیں دیکھنا پڑا' لیکن افسوس کہ ہم نے اس سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ اسی طرح زلزلوں اور سیلابوں کے عذاب کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں جگانے کا سامان کیا۔ بلکہ عذاب کی ایک اور شکل کا ذکر بھی قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿اَوۡ يَلۡبِسَكُمۡ شِيَعًا وَّيُذِيۡقَ بَعۡضَكُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ ؕ﴾ (الانعام:٦٥) اس خوفناک عذاب کا مزہ بھی ہمیں لسانی' مسلکی اور سیاسی بنیادوں پر بدترین ٹارگٹ کلنگ کی صورت میں چکھنا پڑا۔ لیکن ہم نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اس ملک میں اللہ کے دین کو قائم اور غالب کر کے اللہ کو راضی کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی ---- ہم نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ عالمِ اسلام کا واحد سنی اکثریتی ملک' افغانستان جس میں ملا عمرؒ کے دورِ اقتدار میں اللہ کا دین قائم اور محمدِ عربی ﷺ کی عطا کردہ شریعت نافذ تھی' اور اس دور میں جو بھی افغانستان جاتا تھا وہ یہ کہتا ہوا واپس آتا تھا کہ دورِ خلافت راشدہ کی یاد تازہ ہو گئی' اس کی خالص اسلامی حکومت کو ختم کرنے میں ہم نے اللہ کے بدترین دشمنوں کی صف میں کھڑے ہو کر ان کے فرنٹ لائن اتحادی کا کردار ادا کیا ---- وہی امریکہ جس کے شیطانی ایجنڈے کی تکمیل اور خوشنودی کی خاطر ہم نے اپنے ہزاروں فوجی جوانوں اور ہزارہا شہریوں کی جانوں کا نقصان گوارا کیا' آج ہمیں ننگے لفظوں میں عبرت ناک انجام کی دھمکیاں دے رہا ہے اور اس نے اپنی حمایت کا سارا وزن ہمارے ازلی دشمن بھارت کے پلڑے میں ڈال دیا ہے۔

حضراتِ محترم! آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب ہمارے حکمرانوں کا قصور ہے' لیکن میں بصد ادب عرض کروں گا کہ جب حکمران طبقہ اپنی ذمہ داری ادا نہ کرتا ہو تو قوم کی اصلاح اور مثبت دینی رہنمائی ہی کی نہیں' دینی ذہن سازی کی ذمہ داری بھی رجالِ دین پر آتی ہے۔ ازروئے قرآن' مسلم معاشرے میں دینی طبقات کی اہم ترین ذمہ داری ''نہی عن المنکر'' کی ہے۔ سورۃ المائدۃ میں یہود کے علماء کا جرمِ عظیم یہ بتایا گیا: ﴿كَانُوۡا لَا يَتَنَاهَوۡنَ عَنۡ مُّنۡكَرٍ فَعَلُوۡهُ ؕ﴾۔ مزید برآں اسی سورہ میں بات کو مزید کھولا گیا: ﴿لَوۡلَا يَنۡهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ عَنۡ قَوۡلِهِمُ الۡاِثۡمَ وَاَكۡلِهِمُ السُّحۡتَ ؕ﴾۔ برا نہ مانیے گا' ہم دینی جماعتوں نے اپنی ان اہم ترین دینی

ذمہ داریوں یعنی منکرات کے خلاف بھرپور جہاد باللسان کے تقاضے پورا کرنے اور عوام الناس کی اسلامی وایمانی حوالوں سے مثبت ذہن سازی کرنے اور اس طرح ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے انہیں آمادۂ عمل کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اس کے متبادل کے طور پر ہم نے انتخابات میں حصہ لینے اور اس طرح اقتدار میں آنے کی کوشش کو اپنا شعار بنالیا کہ اس طور سے اقتدار میں آ کر ہم شریعت کے نفاذ اور دین کی بالادستی کا نظام قائم کریں گے ---- اور ستم بالائے ستم یہ کہ انتخابات میں کامیابی کے حصول کے لیے سیکولر جماعتوں کے ساتھ الحاق کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا' جو قطعی طور پر ناقابل فہم ہے۔ ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہیے۔ حاضرین محترم! اگرچہ ہم انتخابات کے ذریعے حکومتی ایوانوں میں پہنچ کر شریعت کے نفاذ کی کوشش کو فی نفسہٖ خلاف اسلام نہیں سمجھتے' لیکن 70 سال کے تجربے کے بعد بھی اور مسلسل ناکامی کے بعد بھی اسی ایک طریقے پر جازم رہنا میرے جیسے کند ذہن شخص کے لیے قطعی طور پر ناقابل فہم ہے۔ بالخصوص ''ایم ایم اے'' کے تجربے کے بعد بھی اسی ایک راستے پر جازم رہنا قطعی طور پر سمجھ سے باہر ہے!

میں اپنی گفتگو کے آخری اور اہم ترین حصے پر پہنچ گیا ہوں کہ متبادل راستہ کون سا ہے؟ اس کے لیے چند منٹ مزید آپ کی سمع خراشی کے لیے پیشگی معذرت کا خواہاں ہوں۔

حضرات محترم! فی زمانہ ہمارے لیے ''الیکشن' ممبری' کرسی' صدارت'' والے راستے کی ناکامی کے بعد' علمی اور عملی طور پر دو ممکنہ راستے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک feasible نہیں ہے اور کسی طور مناسب بھی نہیں ہے' جبکہ دوسرا قابل عمل بھی ہے اور محفوظ بھی۔ ان دو میں سے پہلا راستہ مقتدر طبقات کے خلاف مسلح بغاوت کا ہے' جو ہمارے نزدیک فی زمانہ بہت سے اعتبارات سے feasible اور مناسب نہیں ہے۔ دوسرا راستہ ایک بھرپور عوامی تحریک کا ہے جو فی زمانہ بہت مؤثر بھی ہے' معروف بھی ہے اور محفوظ بھی۔

دورِ حاضر میں ایران کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ شہنشاہیت کے خاتمے کے لیے وہاں کے باشعور عوام نے ایک زبردست تحریک چلائی جو پُرامن لیکن بہت بھرپور تھی۔ ایران کے عوام اور راہنماؤں نے ایک عظیم مقصد کے لیے قربانیاں دی تھیں۔ حکومت نے انہیں کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ پولیس کو استعمال کیا' فوج کو استعمال کیا گیا۔ لیکن جب عوام اور ان کی قیادت نے استقامت کا مظاہرہ کیا تو بالآخر شہنشاہِ وقت کو ذلت کے ساتھ ملک بدر ہونا پڑا کہ دو گز زمیں بھی مل نہ سکی کوئے یار میں۔ آج کے دور میں ایک بھرپور عوامی تحریک کے ذریعے انقلاب برپا کرنے کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ دور کیوں جاتے ہیں' خود ہمارے وطن عزیز میں عوامی تحریک کے ذریعے بعض اہم دینی issues کے حوالے سے کامیابی کے حصول کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ جہاں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں الیکشن کے راستے سے جدوجہد کے نتیجے میں نظام مصطفیٰ اور شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نفاذ میں آج تک ہمیں کوئی کامیابی نصیب نہیں ہوئی' یہاں تک کہ ایم ایم اے کا تجربہ بھی ملک میں نفاذ شریعت کے حوالے سے قطعی ناکام ثابت ہوا اور کامیابی صرف اس قدر تھی کہ پاکستان کے دو صوبوں میں سیاسی اعتبار سے ہمیں اقتدار میں شراکت کا موقع ملا' جبکہ شریعت کے بالفعل نفاذ اور موجودہ باطل نظام کی جڑ بنیاد سے تبدیلی کے حوالے سے ہم کوئی مؤثر کام کرنے سے یکسر قاصر رہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کبھی ہماری دینی جماعتوں نے کسی دینی issue کے حوالے سے متحد ہو کر عوامی تحریک کا راستہ اختیار کیا' اللہ ربّ العزت نے ہمیشہ کامیابی عطا فرمائی۔ 1974ء کی اینٹی قادیانی موومنٹ اور ابھی محض پانچ سال قبل ''تحفظ ناموسِ رسالت کی تحریک'' اس کی واضح مثالیں ہیں۔ کیا گزشتہ ستر سال کا یہ تجربہ کافی نہیں ہے کہ ہم اس کی روشنی میں اپنے لائحہ عمل کو از سر نو مرتب کریں۔

حاصل کلام یہ کہ غلبہ واقامت دین کی خاطر ایک بھرپور اور منظم عوامی تحریک جو پُرامن بھی ہو' آج ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں' اس ملک میں جزوی طور پر مختلف issues پر ہم نے عوامی تحریک کا راستہ اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا فرمائی ------ لیکن افسوس اور رنج کا مقام یہ ہے کہ آج تک نظام مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے کوئی حقیقی تحریک ہم نے اس ملک میں نہیں چلائی۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ 1977ء کی نظام مصطفیٰؐ تحریک' حقیقی معنوں میں نظام مصطفیٰؐ تحریک نہیں تھی۔ یہ اصلاً اینٹی بھٹو تحریک تھی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ 1977ء کے انتخابات جو بھٹو صاحب نے اپنی نگرانی میں کرائے تھے' اس کے نتائج کو تسلیم کرنے سے اپوزیشن نے انکار کیا اور تحریک چلانے کا اعلان کر دیا۔ اس حوالے سے پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں بھٹو صاحب کے خلاف متحد ہو گئی تھیں۔ تحریک اٹھانے میں سب سے اہم اور فعال کردار ایئر مارشل (ر) اصغر خان کا تھا (جو اُس وقت تحریک استقلال کے صدر تھے)۔ وہ پاکستان میں سیکولر قوتوں کے سرخیل تھے۔ دوسرے لفظوں میں نظامِ مصطفیٰؐ کے بدترین مخالف۔ انہوں نے تمام سیاسی جماعتوں کو اکٹھا کیا' PNA (پاکستان نیشنل الائنس) کے نام سے ایک اتحاد تشکیل دیا اور بھٹو صاحب کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ ابتدا میں اس اتحاد کو ''نو ستاروں کی تحریک'' کہا گیا' اس لیے کہ اس میں پیپلز پارٹی کے سوا ملک کی دیگر تمام نو سیاسی جماعتیں شریک تھیں۔ تحریک کے ابتدائی مراحل میں ہی محسوس کر لیا گیا کہ تحریک کا momentum نہیں بن پا رہا تو مصلحتاً اس کا نام نظام مصطفیٰ ﷺ تحریک رکھ دیا گیا تاکہ لوگ قربانی دینے پر آمادہ ہوں اور اس اتحاد کے صدر کا مقام مولانا مفتی محمود کو دیا گیا ---- میں یہاں تاریخ کے ریکارڈ کو درست رکھنے کے حوالے سے یہ بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ جب اس اینٹی بھٹو تحریک یعنی PNA کو نظام مصطفیٰ ﷺ کا عنوان دینے کا اعلان ہوا تو والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اسی وقت ساتھیوں کے سامنے اپنے ان تاثرات کا اظہار فرمایا کہ یہ دین کے نام پر دھوکا دیا جا رہا ہے۔ اُن کا موقف یہ تھا کہ یہ خالص اینٹی بھٹو تحریک ہے جس میں ملک کے بدترین سیکولر عناصر شامل ہیں۔ ان کا مقصد بھٹو کو اقتدار سے ہٹانا ہے۔ جس دن یہ مقصد حاصل ہو گیا' یہ تحریک از خود ختم ہو جائے گی۔ اس پر والد محترم کو شدید مخالفت یہاں تک کہ گالیوں تک کا سامنا کرنا پڑا۔ مسجد خضراء سمن آباد میں جمعہ کی خطابت (جو خالص اعزازی تھی) سے سبکدوش ہونا پڑا۔ لیکن انہیں جو کھلی آنکھوں سے نظر آ رہا تھا وہ اس پر قائم رہے ----- اور پھر تاریخ نے ثابت کر دیا کہ ان کی بات سو فیصد درست تھی۔ بہرکیف اس تجربے کا ایک مثبت پہلو یہ ہے کہ یہ ثابت ہو گیا کہ ''نظام مصطفیٰ ﷺ'' کے حوالے سے قوم سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار ہے۔ اس عنوان میں بڑی زبردست کشش ہے۔ تحریک چلانے والے قائدین اگر محمد عربی ﷺ کے عطا کردہ نظام کے حقیقی وفادار ہوں تو عوام ان کا بھرپور ساتھ دیں گے اور کوئی قوت اس عوامی دباؤ کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حقیقی معنوں میں نظام مصطفیٰؐ کی تحریک اس ملک میں ایک بار بھی نہیں چلائی گئی' ہاں بعض دینی issues پر دینی جماعتوں نے مل کر تحریکیں ضرور چلائی ہیں اور اللہ نے انہیں سرخرو بھی فرمایا۔ بلکہ ہماری دینی جماعتوں نے بعض مواقع پر بحالیٔ جمہوریت کی تحریک چلا کر اس میں بھی کامیابی حاصل کی ہے۔ سچی بات یہ ہے

کہ میں یہ سمجھنے سے قطعی طور پر قاصر ہوں کہ ہم مل جل کر نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے قیام کے لیے تحریک چلانے سے کیونکر گریزاں ہیں' حالانکہ اللہ ربّ العزت اور محمدؐ رسول اللہ ﷺ سے وفاداری کا یہ بنیادی اور لازمی تقاضا ہے۔ اب بھی ہمارے لیے موقع ہے کہ اللہ ربّ العزت اور نبی اکرم ﷺ سے وفاداری کے لازمی تقاضے کے طور پر حقیقی معنوں میں ''نظامِ مصطفیٰ ﷺ'' کی تحریک چلا کر ہم اللہ کی نگاہ میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔

میں آخر میں اپنے اس موقف کی تائید میں ایک دلیل یا گواہی مزید پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اپریل 2010ء میں اکابر دیوبند کا ایک اہم اجلاس جامعہ اشرفیہ لاہور میں ہوا جو کئی دن تک جاری رہا۔ اس میں ملک کے دگرگوں حالات' مدارس کے حوالے سے حکومت کی پالیسی' خودکش دھماکوں کی روک تھام کیسے کی جائے' وغیرہ جیسے مسائل پر غور کیا گیا۔ پورے پاکستان سے مسلک دیوبند کے اکابر علماء اس میں شریک ہوئے۔

اس سہ روزہ اجلاس کے آخر میں گفتگو اور غور وخوض کا حاصل ایک متفقہ اعلامیہ ''متفقہ تشخیص'' کے عنوان سے ایک کتابچہ کی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس ''متفقہ اعلامیہ'' کے آغاز میں اس حقیقت کا کھلے لفظوں میں اظہار کیا گیا ہے کہ پاکستان میں جو بگاڑ' زوال اور انحطاط اور بدامنی ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے عطا کردہ اس ملک میں اللہ کے دین اور محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ نظام کو قائم اور غالب نہیں کیا۔ گویا میرے بیان کردہ موقف کی مکمل تائید۔

اگلے دو نکات بھی میری آج کی گفتگو کی صدفی صد تصدیق کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

1) اس بات پر ہمارا ایمان غیر متزلزل ہے کہ اسلام ہی نے یہ ملک بنایا تھا اور اسلام ہی اسے بچا سکتا ہے' لہٰذا حکومت کا فرض ہے کہ وہ ملک میں اسلامی تعلیمات اور قوانین کو نافذ کرنے کے لیے مؤثر اقدامات کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارا دینی فریضہ بھی ہے اور ملک کے آئین کا اہم ترین تقاضا بھی' اور اسی کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ملک میں انتہا پسندی کی تحریکیں اٹھی ہیں۔ اگر ہم نے اپنے اس مقصدِ وجود کی طرف واضح پیش قدمی کی ہوتی تو ملک اس وقت انتہا پسندی میں نہ ہوتا۔ لہٰذا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے کہ پُرامن ذرائع سے پوری نیک نیتی کے ساتھ ملک میں نفاذِ شریعت کے اقدامات کیے جائیں۔

2) تمام سیاسی اور دینی جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے دوسرے مقاصد پر نفاذِ شریعت کے مطالبے کو اوّلیت دے کر حکومت پر دباؤ ڈالیں' اور اس غرض کے لیے مؤثر مگر پُرامن جدوجہد کا اہتمام کریں' جبکہ عوام کا فرض ہے کہ جو جماعتیں اور ادارے اس مقصد کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں' ان کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔

حضراتِ محترم! یہ بالکل وہی بات ہے جس کی دعوت والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ گزشتہ 37 برس سے دے رہے ہیں۔ گویا ع ''متفق گردید رائے بوعلی با رائے من!''

جگر مراد آبادی کا ایک شعر ذہن میں آتا ہے۔

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

میں اکابر دیوبند کے اس حقیقت پسندانہ اعلامیے پر' جو بہترین تشخیص اور بہترین قابلِ عمل لائحہ عمل پر مشتمل ہے' انہیں خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں ----- لیکن ''حیراں ہوں' دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں'' کے مصداق شدید رنج و غم اس بات پر ہے کہ اس اعلامیہ کو مرتب ہوئے آج ساڑھے سات برس ہو چکے ہیں' لیکن اس پر عمل کے حوالے سے بدقسمتی سے ایک انچ کی پیش رفت بھی نظر نہیں آتی۔

اِک طرزِ تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اِک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے!

آخر میں' میں اپنی تلخ نوائی پر معافی کا خواستگار ہوں۔ غالب کا یہ شعر میرے جذبات کی بہتر ترجمانی کرتا ہے:

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی پہ معاف
آج پھر درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے!

مجھے یقین ہے کہ اگر ملی یکجہتی کونسل کا یہ پلیٹ فارم تمام دینی جماعتوں کو تحریک کے لیے یکجہت کرنے کا عزم کر لے تو' ان شاء اللہ' اصل مقصود یعنی غلبہ و اقامتِ دین/نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ اللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِھٰذا!

پاکستان میں نفاذِ اسلام کی تحریک چلانے کے حوالے سے ماحول بہت سے حوالوں سے نہایت سازگار ہے۔

(1) ہمارا دستور ہماری پشت پر ہے' اس لیے کہ اس میں نہ صرف یہ کہ اللہ کو حاکمِ اعلیٰ تسلیم کرنے کا اعلان ہے' بلکہ دستور کی دفعہ 227 کے مطابق ملک میں قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں کی جا سکتی' جبکہ عملاً پورا نظام اللہ کی حاکمیت سے بغاوت پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اللہ کی حاکمیت کے نظام کے لیے بھرپور احتجاجی تحریک چلانا ہمارا دستوری حق ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ دستور کی دھجیاں وہ بکھیر رہے ہیں جو اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

(2) مسالک کے اختلاف کے باوجود ایک متفقہ دستوری دستاویز پر ملک میں موجود تمام مسالک کے چوٹی کے علماء وزعماء 1949ء میں متفق ہونے کا ثبوت پیش کر چکے ہیں ''31 علماء کے 22 نکات'' کی صورت میں۔

(3) ملکی قوانین کے حوالے سے مسلکی اختلافات کا issue بھی ہمارے ملک میں نہایت خوش اسلوبی سے طے ہو چکا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ 1962ء سے سرگرم عمل ہے اور وہ اپنا اصل کام یعنی ریاست کو چلانے کے حوالے سے انگریز کے بنائے ہوئے باطل قوانین کی جگہ متبادل اسلامی قوانین تجویز کرنا آج سے کم وبیش 20 سال پہلے مکمل کر چکا ہے۔ اس کے بعد تو محض سیاسی مفادات کی خاطر اس ادارے کو استعمال کیا جا تا رہا ہے۔

اس کونسل کا خاص معاملہ یہ تھا کہ اس میں پاکستان میں موجود تمام مسالک کے اصحابِ علم وفضل کی نمائندگی شامل ہے۔ اور نہایت خوش آئند بات یہ ہے کہ اس کونسل کی سفارشات کو ملک کے تمام مذہبی مسالک کے نمائندہ اہلِ علم کا اتفاق حاصل ہے۔ یہ ادارہ ایک آئینی ادارہ ہے۔ آئین کے مطابق اس کی سفارشات کا قومی اسمبلی میں پیش کیا جانا اور پھر منظوری کی صورت میں اسی کی سفارشات کے مطابق قانون سازی کرنا قومی اسمبلی کی بنیادی دستوری ذمہ داری ہے۔ لیکن افسوس کہ اس ذمہ داری سے آج تک مجرمانہ غفلت برتی گئی ہے اور کونسل کی طرف سے پیش کردہ ہزاروں سفارشات آج کباڑ خانے کی زینت ہیں۔ کونسل کی ان سفارشات کے مطابق قانون سازی کرنے کے نتیجے میں تمام ملکی وریاستی قوانین بسہولت اسلامی سانچے میں ڈھالے جا سکتے ہیں اور اس طرح نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے قیام کی راہ ہموار ہو سکتی ہے --------- گویا

موسم اچھا' پانی وافر' مٹی بھی زرخیز!
جس نے پھر بھی کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان؟

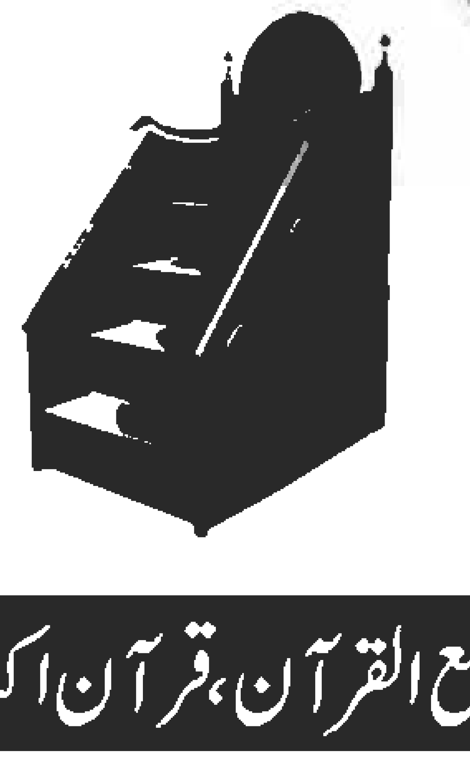

اسلامی معاشرہ کے خدوخال (4)

سورۃ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید ﷾ کے 15 ستمبر 2017ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! سورۃ بنی اسرائیل کے دو رکوعوں کی روشنی میں ہم اسلامی معاشرے کے بنیادی اُصولوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس مضمون کے بڑے حصے کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں۔ آج ان شاء اللہ ہم اس کے آخری حصے کا مطالعہ کریں گے اور آخر میں اس مضمون کا سرسری اعادہ بھی کریں گے تاکہ اسلامی معاشرے کے بنیادی اُصول ہمارے ذہن میں تازہ ہو جائیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝﴾

’’اور مت پیچھے پڑو اُس چیز کے جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں۔ یقیناً سماعت‘ بصارت اور عقل سبھی کے بارے میں باز پُرس کی جائے گی۔‘‘

کسی بھی معاشرہ کی مضبوطی اور استحکام کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کی بنیاد جن عقائد یا نظریات پر رکھی گئی ہے وہ کتنے ٹھوس اور مبنی بر حقائق ہیں۔ ظاہر ہے بنیاد جس قدر مضبوط ہوگی اس پر عمارت بھی اتنی ہی عالی شان اور مستحکم بنے گی۔ مثال کے طور پر اسلامی معاشرے کی بنیاد ان اُصولوں اور تعلیمات پر رکھی گئی جو براہ راست اللہ کی طرف سے اپنے پیغمبروں پر نازل ہوئیں۔ جبکہ اسلام سے قبل معاشرت کی بنیاد اس قدر جہالت اور گمراہی پر مبنی ہوتی تھی کہ کسی کو علم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ہم معاشرے کی جن اقدار اور روایات پر مرے مٹے جا رہے ہیں ان کی بنیاد کیا ہے؟ یا وہ آئیں کہاں سے؟ لہٰذا جب آپ اس آیت کی تشریح میں جائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اندھی تقلید بھی ایک ایسی چیز ہے جو عرب معاشرے میں عام تھی۔ حضور ﷺ دعوت بھی دے رہے تھے، انہیں قرآن بھی پڑھ کر سنا رہے تھے جو ان کے دل کو لگتا بھی تھا اور وہ تسلیم بھی کر رہے تھے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہو سکتا مگر اس کے باوجود وہ حق کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے باپ دادا کے دین کو کیسے چھوڑ دیں۔ حالانکہ ان کے پاس کوئی سند نہیں تھی کہ ان کے باپ دادا جس دین پر چل رہے تھے وہ رب کا اُتارا ہوا دین ہے۔ چنانچہ اس آیت میں اسلامی معاشرے کا ایک اصول یہ بیان کر دیا گیا کہ اندھی تقلید ہرگز نہیں کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ بغیر تحقیق کے کوئی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہیے۔ اسی طرح جھوٹی شہادت دینا، بہتان تراشی، جھوٹی تہمت لگانا بھی اسی زمرے میں آتا

مرتب: ابو ابراھیم

ہے۔ جبکہ آج کا سب سے بڑا مسئلہ ہی یہ ہے جو الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے ذریعے پیدا ہوا ہے کہ جو چاہیں پھیلا دیں۔ کچھ پتا نہیں کہ اس کی بنیاد کیا ہے، جو کہا جا رہا ہے وہ حقیقت ہے یا غلط ہے یا سازش کے تحت پھیلایا جا رہا ہے، بس آنکھیں بند کر کے آگے پھیلاتے جانا ہی لازم سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ اس حوالے سے آنحضور ﷺ نے بڑا خوبصورت اصول دیا ہے کہ: ’’کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے (اسے بلا تحقیق) آگے بیان کر دے‘‘۔ (صحیح مسلم) چاہے جو اس تک پہنچا ہو سو فیصد وہی اس نے آگے بیان کیا ہو لیکن اس کا یہ طرزِ عمل اس بات کا گواہ ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ دین کا اصول یہ ہے۔ لیکن آج کل ہمیں کوئی بات دائیں بائیں سے پہنچے جس میں کچھ سنسنی خیزی ہو اس کو فوری طور پر پھیلانا اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کا ہم اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ بسا اوقات جو لوگ پروپیگنڈا مہم چلا رہے ہوتے ہیں ان کے بڑے ہی مذموم عزائم ہوتے ہیں اور ہم غیر محسوس طور پر ان کا تر نوالہ بنتے چلے جاتے ہیں۔ جبکہ یہی دجل ہے اور یہی دجالی فتنہ ہے۔ دجل کہتے ہیں دھوکہ اور فریب کو کہ حقیقت کچھ ہو اور دکھایا کچھ اور جا رہا ہو۔ دجال کا بھی یہی کام ہوگا۔ وہ اصل میں اللہ نہیں ہوگا لیکن اپنے مکر و فریب کی چالوں اور دھوکہ دہی سے خود کو خدا ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ اس آیت میں یہی سمجھایا جا رہا ہے کہ ایسی تمام چیزوں پر یقین مت رکھو جن کی کوئی بنیاد نہ ہو۔ اسی میں پامسٹری اور کہانت وغیرہ یہ ساری چیزیں بھی آ جاتی ہیں جو قیاسات پر مبنی چیزیں ہیں۔ یہ بھی معاشرے کو اندر ہی اندر سنڈاس بنا دیتی ہیں، abnormal کر دیتی ہیں لہٰذا ان پر اپنے موقف کی بنیاد مت رکھو۔ ان کے اندر وقت ضائع مت کرو۔ صرف اسی چیز پر یقین رکھو جس کی کوئی سند یا بنیاد ہو۔

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝﴾ ’’اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو‘ نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکو گے اور نہ ہی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکو گے۔‘‘

انسانیت اسی میں ہے کہ بندہ منکسر المزاج ہو، تکبر سے بچا ہوا ہو۔ تکبر کے حوالے سے احادیث میں بڑی شدید وعید ہے کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت کی ہوا تک نہیں پا سکے گا۔ ایک حدیث قدسی کے الفاظ ہیں کہ: ’’اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تکبر میری چادر ہے، عظمت میرا ازار ہے پس جو کوئی مجھ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے گا میں اسے آگ میں پھینک دوں گا‘‘۔ (ابوداؤد)

یہ جامہ تو اللہ کو ہی راس آتا ہے۔ وہی سب سے بڑا ہے اور حقیقت میں کائنات میں وہی ایک اصل قوت ہے۔ لہٰذا وہی المتکبر ہے۔ لیکن انسان اگر تکبر کرے گا تو وہ اپنی تمام عبادت وریاضت، سب کچھ سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ فطرت انسانی بھی تکبر کو پسند نہیں کرتی، جو شخص بہت متکبر ہوتا ہے اور اکڑ کے چلتا ہے وہ اپنے تئیں تو سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں بڑا پھنے خان ہوں لیکن لوگ اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے۔ چاہے لوگ زبان سے نہ بھی کہیں لیکن دل سے بُرا ضرور جانتے ہیں۔ یہ فطرت انسانی کا حصہ ہے۔ چنانچہ حضرت لقمان، جن کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ وہ نبی تھے لیکن زیادہ پختہ رائے یہی ہے کہ وہ نبی نہیں تھے بلکہ ایک سلیم الفطرت انسان تھے، اللہ تعالیٰ نے فہم وفراست، حکمت ودانائی سے نوازا تھا، جس کی وجہ سے وہ صحیح ایمان اور عقیدے پر قائم رہے۔ چنانچہ موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے کو جو وصیتیں کی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ: ﴿اور زمین میں اکڑ کر مت چلو۔ یقیناً اللہ ہر شیخی خورے تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا﴾ (لقمان:18)

یہاں فرمایا:

﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾﴾ ”ان سب باتوں کی برائی (کا پہلو) تیرے رب کو بہت ناپسند ہے۔“

وہ ساری باتیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں، یعنی جن سے روکا گیا ہے، ان میں جو برائی کے پہلو ہیں، وہ رب کو بہت ہی ناپسند ہیں۔ اس کی ایک جہت تو یہ ہے کہ ان کے حوالے سے قرآن کی یہ ساری تعلیمات فطرت انسانی سے بھی ہم آہنگ ہیں اور ان تعلیمات پر اگر انسان عمل کریں گے تو دنیا میں بھی ان کا معاشرہ جنت بن جائے گا۔ لیکن اصل بات جو بندۂ مومن کے مدنظر رہنی چاہیے وہ یہ ہے رب کن چیزوں میں راضی ہے۔

﴿ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ﴾ ”یہ ہے جو (اے محمد ﷺ!) آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کی ہے حکمت میں سے۔“

ظاہر ہے کہ یہ رب کی باتیں ہیں، الحکیم ذات تو وہی ہے۔ اسی کا کلام سب سے زیادہ مبنی برحکمت ہے اور اس کے احکام بھی حکمت سے خالی نہیں ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہونے میں ہی انسان کی بھلائی ہے۔ انجام کار کے اعتبار سے اسی میں انسان کے لیے دنیا اور آخرت میں رحمت ہے۔

﴿وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾﴾ ”اور مت ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود، ورنہ تم جھونک دیے جاؤ گے جہنم میں ملامت زدہ، دھتکارے ہوئے۔“

اس آیت میں جہاں یہ باور کرا دیا گیا کہ یہ ساری باتیں تمہارے رب کی طرف سے ہیں جو کہ حکمت اور دانائی کی باتیں ہیں۔ اصل خیر انہی میں ہے۔ وہیں پر ایک مرتبہ پھر یہ تلقین کر دی گئی کہ رب کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود مت بناؤ یعنی اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو اور پھر اس کا انجام بھی بتا دیا کہ وہ کس قدر بھیانک اور دردناک ہوگا۔ گویا اسلامی معاشرے میں توحید کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ قرآن میں اس کا پہلا اور آخری اصول یہی بتایا جا رہا ہے کہ رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ اکیلا ہی اس پوری کائنات کو پیدا کرنے والا ہے اور اس کا نظام چلانے والا ہے اور اس میں اس کو کسی مددگار کی ضرورت نہیں۔ اس عظیم رب کے شایانِ شان نہیں کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا معبود بھی کھڑا کیا جائے۔

ہمارے ہاں معبود بنانے کا تصور یہ ہے کہ جیسے ہندوؤں نے مختلف مورتیں بنا رکھی ہیں، ان کے سامنے دعائیں کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ صرف یہی شرک ہے۔ حالانکہ شرک کی بے شمار اقسام ہیں۔ ایک شرک خفی ہے۔

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

مادہ پرستی بھی ایک شرک ہے۔ اسی طریقے سے دنیا پرستی، نفس پرستی اور دولت پرستی وغیرہ یہ سب شرک کی اقسام ہی ہیں۔ ان میں سے کسی بھی شے کی محبت اللہ کی محبت

پریس ریلیز 22 ستمبر 2017ء

پاکستان میں شریعت محمدیؐ کا نفاذ صرف عوامی تحریک سے ممکن ہے

اسلامی جماعتوں نے جب بھی اپنا مطالبہ منوانے کے لیے احتجاجی اور تحریکی راستہ اختیار کیا انہیں کامیابی ہوئی

حکمرانوں کو سنجیدگی سے اسلام اور پاکستان دشمن قوتوں کی سازشیں ناکام بنانا ہوں گی

حافظ عاکف سعید

پاکستان میں شریعت محمدیؐ کا نفاذ صرف عوامی تحریک سے ممکن ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ انتخابات میں مسلسل اور پے در پے شکستوں کے بعد مذہبی جماعتوں کو ملک میں اسلام کے نفاذ کے حوالے سے اپنے لائحہ عمل پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ لاہور کے ضمنی انتخابات میں اسلامی جماعتوں کے مجموعی ووٹ سیکولر جماعتوں کے مقابلے میں شرمناک حد تک کم تھے۔ انہوں نے کہا کہ جب بھی اسلامی جماعتوں نے اپنا مطالبہ منوانے کے لیے احتجاجی اور تحریکی راستہ اختیار کیا انہیں کامیابی ہوئی۔ نئے ہجری سال اور یوم عمر فاروقؓ کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا سال شہادتوں سے شروع ہوتا ہے۔ محرم میں حضرت عمرؓ اور حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی حضرت عمر فاروقؓ کا انداز حکمرانی مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر موجودہ حکمران ان کی پیروی کریں تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ آپ نے شہریوں کے تحفظ اور ان کی ضروریات پورا کرنے والی مثالی حکومت قائم کی۔ جنیوا میں آزاد بلوچستان کے بینرز اور پوسٹر چسپاں کرنے پر احتجاج کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سوئٹزرلینڈ جو غیر جانبدار ملک ہے یہ سب کچھ عالمی قوتوں کی پشت پناہی پر کر رہا ہے۔ یہ عالمی قوتیں پاکستان کے خلاف گھیرا تنگ کر رہی ہیں۔ ہمارے حکمرانوں اور سیاستدانوں کو سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لے کر اسلام اور پاکستان دشمن قوتوں کی سازشیں ناکام بنانا ہوں گی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

پر غالب آ گئی تو گویا شرک کا ارتکاب ہو گیا۔ شرک کی ایک قسم جسے آج کے دور میں سب بڑے احترام سے گلے سے لگائے بیٹھے ہیں وہ ہے وطن پرستی کا شرک۔ جسے اقبال نے پہچانا تھا۔

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور

وطن پرستی کا یہ شرک اس قدر پُرکشش ہے کہ خود اقبال بھی ابتدا میں اس کی زد میں آنے سے بچ نہ سکے اور انہوں نے اپنے ابتدائی کلام میں ایک پوری نظم وطن پرستی پر کہی۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ گلستاں ہمارا

آج بھی ہندوستان میں قومی ترانے کے طور پر یہ نظم پڑھی جاتی ہے۔ ہندوستان چونکہ شرک کا گڑھ ہے اور پھر اس نظم میں وطن پرستی کا تصور بڑا مضبوط ہے اور پھر اقبال نے ایک دوسری نظم نیا شوالہ میں برہمن کو یوں بھی مخاطب کیا۔

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

چنانچہ کچھ عرصہ قبل انڈیا نے اقبال کے نواسے کو اپنے قومی دن کے موقع پر مدعو کیا اور پھر انہیں اقبال کی نظم ''ترانہ ہندی'' پر ایوارڈ دیا گیا اور اقبال کے نواسے نے انڈین گورنمنٹ سے وہ ایوارڈ وصول کیا۔ گویا وطن پرستی کا شرک اتنا مضبوط ہے۔ حالانکہ وہی اقبال جو ابتدا میں کہہ رہے تھے کہ وطن کی خاک کا ہر ذرہ میرے لیے دیوتا ہے، جب انہوں نے قرآن کا پیغام سمجھا تو پھر انہوں نے ہی وطن پرستی کے اس شرک کی جڑ اس طرح کاٹی۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

آج یہ شرک عام ہے کہ زمین کے ایک ٹکڑے کی خاطر، اس کی محبت میں اللہ کے احکام کو روند دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ 58 اسلامی ممالک میں سے کسی ایک میں بھی اللہ کا نظام نافذ نہیں ہے۔ اللہ کے احکامات کو سرعام رد کر کے اسمبلیاں خود قوانین بناتی ہیں یا پھر ڈکٹیٹر جو چاہیں قانون بنائیں۔ چاہیں تو عائلی قوانین اپنی مرضی کے بنالیں، چاہیں تو عورتوں کو پردے سے آزاد کر دیں اور اللہ کے احکامات دھرے کے دھرے رہ جائیں۔ چنانچہ یہ بھی ایک بہت بڑا شرک ہے جس کو آج خاطر میں ہی نہیں لایا جا رہا۔ اسی طرح شرک کی اور بھی بے شمار اقسام ہیں جن سے بچنا آسان نہیں ہے۔ شرک خفی کے بارے میں روایت ہے کہ جیسے سیاہ رات میں سیاہ پتھر پر جو سیاہ چیونٹی رینگ رہی ہو، اس کو پہچاننا اور دیکھنا مشکل ہے ایسے ہی شرک خفی کو پہچاننا مشکل ہے۔ جبکہ یہاں اسلامی معاشرے کا پہلا اور آخری اصول ہی یہ تلقین کیا گیا ہے کہ شرک سے ہر صورت بچنا ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کے لیے سب سے پہلی ترجیح یہی ہونی چاہیے کہ وہ ہر قسم کے شرک سے اپنا دامن بچائے رکھے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے میں شرک کی پہچان کے حوالے سے شعور کی بیداری اور آگاہی کا باقاعدہ اہتمام ہو۔ ہر مسلمان یہ جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرے کہ شرک کی اقسام کون کون سی ہیں اور ان سے بچنا کیسے ممکن ہے؟

﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾(40)

''تو کیا تمہیں تو منتخب کر لیا ہے تمہارے رب نے بیٹوں کے ساتھ اور اپنے لیے بنالی ہیں فرشتوں میں سے بیٹیاں؟ یہ تو تم بہت بڑی (گستاخی کی) بات کہتے ہو!''

یہ بھی شرک ہی کی مذمت میں کہا جا رہا ہے اور اس آیت میں اصل میں قریش مکہ کو آئینہ دکھایا جا رہا ہے جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی بات اللہ نہیں موڑتا، یعنی وہ ہماری سفارش کریں گی تو اللہ ہمیں بخش دے گا، لہٰذا قریش ان کے بت بنا کر ان کی پوجا کرتے تھے۔ چنانچہ یہاں شرک کی مذمت میں ان کو آئینہ دکھایا جا رہا ہے کہ تم اپنے لیے تو بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہو، یہاں تک کہ انہیں زندہ درگور کر دیتے ہو اور اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔ کچھ تو عقل سے کام لو کہ تم اللہ سے کیسی بات منسوب کرتے ہو۔ یہ شرک کی بدترین قسم تھی جو عرب معاشرے کی جہالت اور گمراہی کی وجہ سے دین کا درجہ اختیار کر چکی تھی۔ چنانچہ شروع میں جو کہا گیا کہ مت پڑو اس چیز کے پیچھے جس کا تمہیں علم نہ ہو تو اس میں اصل درس یہی دیا گیا ہے کہ اسلامی معاشرے میں توہم پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کی بنیاد ٹھوس نظریات اور صحیح عقائد پر ہونی چاہیے۔ دین وہی برحق ہے جو اللہ نے اپنے پیغمبروں پر اُتارا ہے۔ لہٰذا اللہ کے دین میں معاشرے کے قیام کے لیے جو اُصول وضوابط بتائے ہیں ان سے زیادہ ٹھوس اور مضبوط اُصول اور کیا ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے اللہ نے جو اصول بتائے ہیں وہ یہ ہیں۔

1۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد توحید پر ہو یعنی ہر طرح کے شرک سے پاک ہو۔

2۔ اللہ کے بعد سب سے بڑھ کر حق والدین کا ہے۔ لہٰذا ان سے عزت واحترام اور حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔

3۔ والدین کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے بھی حقوق ہیں۔ جن کو پورا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

4۔ معاشرے کے غرباء، مساکین اور مسافروں کا بھی حق ہے۔ وہ بھی ادا کیا جائے۔

5۔ اپنے مال کو فضول خرچی میں نہ اُڑایا جائے۔

6۔ سائلین کا بھی حق ہے۔ انہیں کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے اور اگر اعراض ہی کرنا پڑ جائے تو ان سے نرمی سے بات کی جائے۔

7۔ نہ زیادہ بخل سے کام لیا جائے اور نہ فضول خرچی کا مظاہرہ کیا جائے بلکہ میانہ روی اور اعتدال اختیار کیا جائے۔

8۔ مال و دولت کا کم یا زیادہ ہونا اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔ لہٰذا ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کیا جائے۔

9۔ انسانی جان کا احترام کیا جائے۔ یعنی کسی کو بھی ناحق قتل نہ کیا جائے۔

10۔ قصاص کے معاملے میں بھی انصاف برتا جائے۔ یہ نہ ہو کہ قاتل کو سزا سے بڑھ کر ظلم کا نشانہ بنایا جائے۔

11۔ اسلامی معاشرے میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ یتیموں کا حق نہ مارا جائے۔ ان کے مال کی حفاظت کی جائے اور جب وہ جوانی کو پہنچیں تو سب کے سامنے اعلانیہ طور پر ان کا مال ان کے حوالے کیا جائے۔

12۔ عہد، امانت اور حلف کی ہر صورت میں پاسداری کی جائے۔

13۔ ناپ تول میں ذرا برابر بھی کمی بیشی نہ کی جائے۔

14۔ توہم پرستی، افواہوں اور بے بنیاد پروپیگنڈے سے دور رہا جائے کیونکہ یہ چیزیں معاشرے کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔

15۔ تکبر، غرور اور گھمنڈ اللہ کو سخت ناپسند ہے لہٰذا ان سے بچا جائے۔

16۔ دین وہی ہے جو اللہ نے اُتارا ہے۔ خوامخواہ اپنی طرف سے دین میں اضافہ نہ کیا جائے اور نہ اپنی طرف سے چیزیں اللہ سے منسوب کی جائیں۔

اسلامی معاشرہ کے یہ بنیادی اُصول ہیں جو سورۃ بنی اسرائیل کے ان دو رکوعوں میں بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انہیں اُصولوں پر اپنے معاشرے کو اُستوار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

☆☆☆☆☆

سلسلہ وار 39 مطالعۂ کلامِ اقبال

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (2)

4 تا نہ رمز لَا اَلٰہ آید بدست	بند غیر اللہ را نتواں شکست

جب تک 'لَا اِلٰہ' کی یہ (حقیقی) رمز ہاتھ نہ لگ جائے اس وقت تک 'غیر اللہ' کے (جاری نظام کے) بند اور گرفت کو توڑا نہیں جا سکتا

5 در جہاں آغازِ کار از حرفِ لَا ست	ایں نخستیں منزلِ مردِ خدا ست

منصب خلافت پر فائز اولادِ آدم کے کام کا آغاز ہی حرفِ 'لَا' سے ہوتا ہے اور عملی لحاظ سے ہر مردِ حق اور بندۂ خدا کی یہی پہلی منزل ہے۔

6 ملتے کز سوز او یک دم تپید	از گل خود خویش را باز آفرید

ملت اسلامیہ نے جب بھی اس جذبے اور اس کے سوز کو اپنایا ہے تو ان مردانِ خدا نے اپنے تن خاکی میں ایک نئی زندگی اور جذبہ عمل پیدا کر لیا ہے

7 پیش غیر اللہ لَا گفتن حیات	تازہ از ہنگامۂ او کائنات

اللہ کے 'غیر' یعنی ہر دور کے فرعون و نمرود (جو خدائی لہجے میں بات کرتے ہیں) کے سامنے 'لَا' کہنا ہی حقیقی یعنی ضمیر کی زندگی کی دلیل ہے اور اسی کشاکش کی وجہ سے کائنات میں رونق ہے۔

8 از جنونش ہر گریباں چاک نیست	درخورِ ایں شعلہ ہر خاشاک نیست

(کلمہ حق کہنے کے) اس جنون سے ہر شخص کا گریبان چاک نہیں ہے کہ (بے ضرر انداز میں کہنے والا انسان جیسا) ہر تنکا آگ پکڑنے کے لائق نہیں ہے۔

4۔ انسان کی زندگی 50 یا 60 سال ہے جبکہ روئے ارضی پر تہذیبوں کی زندگی چھ سات صدیاں ہوتی ہے چند صدیوں بعد اہل حق کی آنے والی نسلوں کو ابلیسی اقدار کے فروغ و استحکام کا دور دیکھ کر از سرِ نو کام کرنا پڑتا ہے اور چند صدیوں بعد کے حالات میں انسانی تجرباتی علوم کی پیش رفت کو سامنے رکھ کر آسمانی ہدایت اور اپنے اسلاف کے راستے پر چلتے ہوئے ان کی قربانیوں اور سابقہ مثالوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے 'انہیں قتل گاہوں سے چن کر ہمارے علم' اِلا کی نئی قوت انگڑائی لیتی ہے اور 'عشاق کے نئے قافلے' انقلاب کے کٹھن کام کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ 'رمز' اور 'راز' ہی 'غیر اللہ' اور شیطانی گرفت اور جکڑ کو توڑنے کا واحد ذریعہ ہے۔

5۔ اس جہاں میں ہر باضمیر اور معقول انسان کے لیے، جو دنیا میں ظلم و ستم، ناانصافی، ظالمانہ استحصال اور معاشی سودی نظام کا کرب محسوس کرتا ہے، اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ وہ حرفِ 'لا' سے آغاز کرے اور جاری شیطانی اور استحصالی نظام کا انکار کر دے۔ مہاتما بدھ کی طرح انسانی محرومیوں اور دکھوں کو محسوس کرنا اور اس کا کوئی 'حل' سامنے نہ لانا، اس شیطانی نظام کی نفی کرتے ہوئے اس کو گرانے کی سعی و جہد نہ کرنا منافقت یا کمزور کردار کی دلیل ہے ورنہ آسمانی ہدایت میں مردِ حق کی پہلی منزل یہی ہے۔

6۔ پیغمبروں کے ماننے والوں نے جب بھی اس جذبے اور اس کے سوز (دل میں جلنا اور کڑھنا) کا راستہ اختیار کیا ہے تو کچھ عرصے میں ہی اس گروہ انسانی سے ایسے ہی حقیقی انسان برآمد ہو گئے ہیں جنہوں نے ابلیس کے جاری کردہ رائج استحصالی (کرپٹ) نظام کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس جذبے اور سوز سے ہی درد دل رکھنے والے باضمیر لوگ سامنے آتے رہے ہیں۔ جو سجے سجائے ایوانوں کو للکارتے ہیں اور مقابلے پر مجبور کر دیتے ہیں یہی اس راہ کی پہلی منزل ہے۔

7۔ خداشناسی کے اصول پر مبنی پیغمبروں کی تعلیمات کے نتیجے میں وجود میں آنے والے نظام کے علاوہ ہر نظام ابلیسی نظام ہے اور 'غیر اللہ' کا نمائندہ ہے۔ اس نظام کا سربراہ صدر ہو یا شہنشاہ اس کے سامنے نعرہ 'لا' ہی حیات انسانی کی اصل ہے اور یہی حیاتِ انسانی کا 'حُسن' ہے اور کلمہ 'لا' ہی سے اہل حق کی طرف سے انقلاب کی شُروعات ہوتی ہیں اور یہ کلمہ مستحکم ابلیسی نظام کے تالاب میں پتھر پھینکنے کے مترادف ہوتا ہے۔ اس سے معاشرے میں ارتعاش جنم لیتا ہے اور یہ جدوجہد معاشرے کے سوئے ہوئے محروم طبقات کو بھی جگا دیتی ہے۔ کائنات میں جاری خیر و شر کا ہنگامہ اس کلمہ 'لا' سے ہی جاری ہے اور انہیں قتل گاہوں سے ہر زماں نئے مردانِ کار اسی نعرۂ 'لا' کو لے کردار ورسن کو زینت بخشتے رہے ہیں۔

8۔ کہنے کو آج بھی خانقاہوں میں صوفیاء 'لا اِلٰہ' کا ورد کرتے اور ضربیں لگاتے نظر آتے ہیں مگر کلمہ 'لا' کہنے والا ہر شخص اقرار باللسان کے ساتھ تصدیق بالقلب نہیں رکھتا اور سچے مسلمان جیسا سوز نہیں رکھتا اسی لئے اس کلمہ 'لا' کو کہنے والا ہر شخص مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا نہیں جاتا اور طائف کے بازار میں سنگ باری کا نشانہ نہیں بنتا ہے۔ باطل کے اقتدار سکون و اطمینان سے زندگی گزارنا اور ہے اور باطل کے اقتدار کو چیلنج کر کے شعب ابی طالب اور طائف کے بازاروں میں چمکتے نشان راہ چھوڑ جانا اور شے ہے۔ بقول اقبال ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

ایک 'مسلکِ مردان خود آگاہ و خدامست' ہے اور ایک 'مذہب مُلا و جمادات و نباتات' ہے۔ اور 'لا اِلٰہ' کہنے والا یہ شخص ایسا 'جنون' نہیں رکھتا جیسے ہر تنکا آگ پکڑنے کے لائق نہیں ہوتا۔

جس ملک کے لیڈرز امریکہ اور برطانیہ میں ہی پڑھیں گے اور وہیں اپنی دولت جمع کریں گے تو وہ ملک اپنی آزاد خارجہ پالیسی کیسے تشکیل دے پائے گا: ایوب بیگ مرزا

بہترین خارجہ پالیسی کے لیے داخلی استحکام ضروری ہے اور داخلی استحکام اس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک معاشی استحکام نہ ہو۔ لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ ہم قرضوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور اس کے باوجود بھی ہمارے سیاستدان ذاتی تجوریاں بھرنے میں مصروف ہیں: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

پاکستان کی خارجہ پالیسی: ماضی حال اور مستقبل کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال : پاکستان کی خارجہ پالیسی گزشتہ 70 سال سے امریکہ کے زیر اثر رہی ہے لیکن کیا ڈونلڈ ٹرمپ کی نئی افغان پالیسی کے اعلان کے بعد پاکستان کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کا وقت آ گیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : پالیسی کو بدلنے کا سوال تو تب پیدا ہوتا جب ٹرمپ اپنے بیان میں ہمیں ساتھ رکھنے کا کوئی امکان چھوڑتے ۔ چونکہ انہوں نے ہمیں خود دھکا دے دیا ہے لہٰذا اب پالیسی بدلنے کا سوال ہی کیا ؟ دوسری بات معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی ویسے بھی ہمیشہ امریکہ کے زیر اثر نہیں رہی ۔ ان 70 سالوں میں کئی مواقع ایسے آئے جب پاکستان کی خارجہ پالیسی امریکہ کے اثر سے باہر رہی۔ مثال کے طور پر ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کو ایک آزاد خارجہ پالیسی دی تھی جو امریکہ کے زیر اثر نہیں تھی اور شاید ایک وجہ یہ بھی تھی کہ امریکہ ذوالفقار علی بھٹو کا دشمن بنا۔ اس سے پہلے ایوب خان کے دور میں محمد علی بوگرہ نے پاکستان کی پالیسی کو امریکی اثر سے دور رکھا تھا۔ اگرچہ یہ اقدام بھی عارضی ثابت ہوا۔ ایوب خان کے خلاف تحریک چلی ، نئے صدر آ گئے یعنی یحییٰ خان۔ وہ ذرا اور قماش کے تھے لہٰذا عین امریکہ کے مطابق چلے۔ پھر ضیاء الحق نے بھی امریکہ کے زیر اثر پالیسی بنائی لیکن جب سوئٹزرلینڈ میں افغانستان کے حوالے سے حتمی مذاکرات ہو رہے تھے تو ضیاء الحق نے بڑی کھلم کھلا امریکہ کی مخالفت کی اور امریکہ کی تمام شرائط کو مسترد کر دیا۔ گویا جنرل ضیاء الحق امریکہ کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح اور کئی مواقع آئے جب پاکستان کی پالیسی امریکہ کی مخالف سمت میں رہی ۔ تاہم عمومی طور پر ہمارا ماضی امریکہ کے زیر اثر پالیسی میں ہی گزرا ہے اور اگر ہم اس پالیسی کو قیام پاکستان کے تناظر میں دیکھیں تو ہمیں یہ بڑی جینون اور جسٹیفائیڈ پالیسی لگتی ہے۔ اس لیے کہ پاکستان مذہب کی بنیاد پر بنا تھا اور اس وقت دنیا دو حصوں میں تقسیم تھی ۔ ایک حصے کو امریکہ لیڈ کر رہا تھا اور دوسرے حصے کو سوویت یونین۔ چونکہ سوویت یونین اعلانیہ طور پر مذہب دشمن اور خدا دشمن پالیسی رکھتا تھا۔ اس لیے ہماری پالیسی کے رُخ کا دنیا کے اس حصے کی طرف ہو جانا

مرتب: محمد رفیق چودھری

فطری بات تھی جو کم از کم اللہ اور اس کے رسولوں کو ماننے والی تھی۔

سوال : آپ کے خیال میں یہ پاکستان کا دیدہ دانستہ فیصلہ تھا کہ روس کی بجائے امریکہ کی طرف جایا جائے۔ حالانکہ صلیبی جنگوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ امریکہ اور یورپ بھی ہمارے کوئی کم دشمن نہیں رہے؟

ایوب بیگ مرزا : اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسائی دنیا نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگیں لڑی ہیں لیکن بہرحال وہ لوگ خدا کو ماننے والے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے امریکہ کا ایک وفد قائداعظم سے ملاقات کے لیے آیا تھا اور اس میں قائداعظم نے امریکہ کو یقین دہانی کرائی تھی کہ ہم کمیونزم کو پاکستان میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور وہ یقین دہانی بڑی صحیح بنیادوں پر تھی کیونکہ دوسری طرف اس نوعیت کا طوفان اٹھ رہا تھا کہ مذہب کو دنیا سے ملیامیٹ کر دیا جائے۔ اس حوالے سے قائداعظم نے امریکہ کے تحفظات کو درست مانا تھا۔ بعد میں اگرچہ امریکہ کی صحیح تصویر سامنے آئی تو وہ دوسری بات ہے، لیکن اس وقت صورت حال ایسی تھی۔ پاکستان کے امریکی کیمپ میں جانے کی ایک وجہ انڈیا بھی تھا جو پاکستان کے وجود کو ہی مٹا دینے کے درپے تھا۔ چونکہ انڈیا اس وقت اینٹی امریکہ ہونے کا تاثر دے رہا تھا اس لیے خواجہ ناظم الدین حکومت نے اس وقت پاکستان کے دفاع کے لیے امریکہ کی حمایت حاصل کرنا ضروری سمجھا۔

سوال: آغاز میں تو امریکن کیمپ میں جانا پاکستان کے لیے جسٹیفائیڈ لگتا ہے لیکن بعد میں جب بھی پاکستان پر مشکل وقت آیا، مثلاً 65ء کی جنگ ہو یا 71ء کی ، امریکہ نے ہمیشہ دھوکا ہی دیا لیکن اس کے باوجود بھی ہم امریکہ کے گڑھے کی مچھلی بنے رہے۔ ایسا کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا : اگر 65ء کو اس میں شامل کریں گے تو تھوڑی سی احسان فراموشی ہو گی کیونکہ اس وقت ہمارے پاس جتنا اسلحہ آیا تھا وہ امریکہ نے ہی دیا تھا۔ البتہ 71ء میں وہ کھل کر دشمن بن کر سامنے آیا تھا۔ لہٰذا میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ امریکہ نے اکثر مواقع پر پاکستان کو دھوکہ دیا ہے لیکن صرف پاکستان کے ساتھ ہی نہیں ، اس نے اپنے دوسرے دوستوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا ہے۔ خود ہنری کسنجر کے الفاظ ہیں کہ امریکہ سے اس کے دوست کو جتنا خطرہ ہوتا ہے دشمن کو اتنا خطرہ نہیں ہوتا۔ گویا بے وفائی اور محسن کشی امریکہ کی بنیادوں میں شامل ہے۔

سوال : نائن الیون کے بعد اپنائی جانے والی خارجہ پالیسی پاکستان کے لیے کتنی سودمند ثابت ہوئی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : نائن الیون سے پہلے پاکستان اور امریکہ کے تعلقات میں اتار چڑھاؤ آتے رہے ۔ 1962ء میں جب انڈیا اور چین کے سرحدی تنازعے میں انڈیا نے اپنی ساری قوت چین کی سرحد پر لگا دی تھی تو اس وقت کشمیر کا محاذ بالکل خالی تھا اور پاکستان

کے پاس اس وقت کشمیر کو حاصل کرنے کا گولڈن چانس تھا۔ لیکن امریکہ نے اس وقت ایوب خان پر پریشر ڈالا کہ وہ کشمیر میں فوجیں داخل نہ کرے بعد میں امریکہ خود مداخلت کر کے کشمیر کا مسئلہ حل کروا دے گا۔ حالانکہ اس وقت انڈیا امریکہ مخالف کیمپ میں تھا۔ جب پاکستان نے موقع ضائع کر دیا تو امریکہ بھی وعدے سے پھر گیا۔ اسی طرح جب نائن الیون کے بعد امریکہ نے پاکستان کے سامنے اپنے مطالبات کی فہرست رکھی تو مشرف نے سارے مطالبات فوراً مان لیے اور قوم کو یہ پٹی پڑھائی کہ اس سے پاکستان کے بہت سارے مسائل حل ہوں گے۔ خاص طور پر کشمیر کا مسئلہ اور بلوچستان کا مسئلہ حل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ مگر بعد میں امریکہ ان مسائل کے حل میں مدد کیا کرتا اُلٹا پاکستان کو ان تمام مسائل کے حوالے سے پسپائی اختیار کرنی پڑی اور نائن الیون کے بعد پاکستان کو فائدے کی بجائے نقصان زیادہ ہوا۔ یہاں دہشت گردی بڑھ گئی، پچاس ہزار سے زائد جانیں ضائع ہوگئیں اور معاشی نقصان بھی بہت زیادہ ہوا اور اُلٹا امریکی الزام بھی اب پاکستان پر ہے بلکہ اب تو ٹرمپ نے سیدھی دھمکی ہی دے ڈالی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: مشرف کے دور میں جس طرح ہم امریکہ کے زیر رہے ہیں، بلکہ صحیح تر الفاظ میں ہم بالفعل امریکہ کی کالونی بن چکے تھے۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں اس طرح کا معاملہ کبھی نہیں ہوا۔

سوال: کیا ڈونلڈ ٹرمپ کی نئی افغان پالیسی میں پاکستان کو دی جانے والی دھمکیاں اور الزام تراشیاں برکس (BRICS) کانفرنس کے اعلامیے پر اثر انداز ہوئی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: برکس فورم اصل میں ڈالر کو کمزور کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ مگر غلطی یہ ہوئی کہ اس میں امریکہ کے ایجنٹ انڈیا کو شامل کر لیا گیا۔ لہٰذا حالانکہ برکس خالصتاً اقتصادی فورم ہے لیکن وہاں یہ سیاسی معاملہ اُٹھایا گیا۔ ظاہر ہے انڈیا نے اُٹھایا۔ چائنہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس نے برکس میں پاکستان کی حمایت نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی بڑی غلطی نہیں تھی کیونکہ چائنہ جانتا ہے کہ اس فورم کی سیاسی اور عسکری لحاظ سے کوئی اہمیت نہیں۔

سوال: اگر پاکستان کا فارن آفس چائنہ میں فعال ہوتا تو کیا برکس کا اعلامیہ اس انداز میں بن سکتا کہ انڈیا کی ہاں میں ہاں ملا کر چائنہ بھی ہمیں دہشت گرد قرار دے رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کی بات درست ہے لیکن چونکہ برکس میں کوئی ویٹو سسٹم نہیں ہے لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ چائنہ نے وہاں بلاوجہ الجھنا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اس فورم پر جو بھی ہو وہ ایک بے ضرر سی شے ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: برکس اُبھرتی ہوئی معیشتوں کا ایک فورم تھا جو امریکہ کی اقتصادیات کو بریک لگانے کے لیے بنایا گیا۔ اس میں چائنہ کے ساتھ ساتھ انڈیا بھی شامل ہے۔ آج کل ملٹائی نیشنل کمپنیز کا زمانہ ہے اور فارن پالیسی اقتصادی صورتحال پر بھی انحصار کرتی ہے۔ برکس میں اگر چائنہ اس قرارداد کی حمایت نہ کرتا جو ایک بودھی سی قرارداد ہے تو پھر مودی کا پلان اس ایشو کو بڑے زور و شور سے اٹھانے کا تھا۔ چنانچہ چائنہ نے یہ کام کر کے مودی کو کسی بڑے فورم پر نہیں جانے دیا۔ دوسری طرف سی پیک منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے دہشت گردی کے جو واقعات ہو رہے ہیں، چائنہ نے گویا ان کے حوالے سے پاکستان کو محتاط رہنے کا سگنل دیا ہے۔

> ہمیں ایک غیر جانبدار خارجہ پالیسی بنانی چاہیے اور دوسرے ممالک کی طرح اپنے مفاد کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

سوال: ایک رائے یہ ہے کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی کی درستگی کے لیے داخلہ پالیسی کا درست ہونا لازمی ہے۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بہر حال یہ تو بنیادی بات ہے کہ ہر ملک کے لیے داخلی استحکام بہت ضروری ہے۔ ہمارے ملک کی صورت حال یہ ہے کہ پچھلے تین سال سے خارجہ پالیسی کے حوالے سے حکومت کی توجہ ہی نہیں ہے۔ ہمارے سیاستدان آپس میں ہی لڑ رہے ہیں اور ساری توجہ اقتدار کی کشمکش پر ہے۔ پاکستان جس نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا اس کے مطابق آئین کی پاسداری اگر ملک کے اندر ہو اور تمام ادارے اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہوں، اداروں کے درمیان لڑائی نہ ہو رہی ہو تو پھر خارجہ پالیسی میں بھی ایک وزن پیدا ہوتا ہے۔ داخلی استحکام اس لیے بھی ضروری ہوتا ہے کہ جب آپ باہر کے ملکوں سے بات کریں تو آپ کی کوئی داخلی کمزوری ایسی نہ ہو جس کی وجہ سے باہر کے ملک آپ کی بات سننے سے انکار کر دیں۔

ایوب بیگ مرزا: اصل میں خواجہ آصف نے جو بات کی کہ اپنا گھر درست ہونا چاہیے، اس کا داخلی استحکام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ تو صحیح تر الفاظ میں کھلی کھلی شرانگیزی ہے۔ کیونکہ جتنی دہشت گرد تنظیمیں انڈیا میں ہیں کہیں اور نہیں ہیں اور جس قدر بدترین انداز سے انڈیا دہشت گردی کو پھیلا رہا ہے کوئی اور نہیں پھیلا رہا اور پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر خود انڈیا میں ریاستی دہشت گردی کے تمام ریکارڈ ٹوٹ رہے ہیں لیکن اس سب کے باوجود انڈیا کے کسی وزیر یا کسی اپوزیشن لیڈر نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہمیں اپنا گھر درست کرنا چاہیے۔ یہ تو ان الزامات کو صحیح ثابت کرنے والی بات ہے جو دنیا ہم پر لگا رہی ہے۔ لہٰذا ہمارے وزراء کو چاہیے کہ وہ پہلے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ہمیں میڈیا کے سامنے کون سے بات کرنی چاہیے؟ اور کونسی نہیں۔ یعنی ہمارے ویژن میں کلیریٹی آنی چاہیے۔

سوال: نواز شریف نے گزشتہ 4 سال میں مستقل وزیر خارجہ کی تعیناتی کی ضرورت کیوں محسوس نہیں کی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: میں نرم انداز میں تجزیہ کروں تو انھیں اپنے اُوپر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہو گیا تھا حالانکہ خارجہ پالیسی کی بنیاد ملکی مفادات پر ہوتی ہے، ذاتی مفادات پر نہیں ہوتی۔ لیکن نواز شریف کا خیال تھا کہ خارجہ تعلقات ذاتی دوستی کی بنیاد پر چلتے ہیں۔ حالانکہ ہر حکمران ذاتی نہیں بلکہ ملکی مفادات کو اہمیت دیتا ہے۔ ملک کے لیے ذات کی نفی کرنی پڑتی ہے۔

سوال: پاکستان کے وزیر خارجہ خواجہ آصف کا سفیروں کی کانفرنس کے بعد دورۂ چین اور ایران، پاکستان کی خارجہ پالیسی ترتیب دینے میں کتنی اہمیت کا حامل ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: یہ دورے کوئی نئے تعلقات تو نہیں بنا رہے۔ البتہ کام کرنے کا یہی انداز ہوتا ہے کہ آپ باہر کے سفیر بلاتے ہیں، ان سے رپورٹس لیتے ہیں کہ وہاں پر کیا سوچ ہے۔ اس کی بنیاد پر آپ اپنی خارجہ پالیسی کو ترتیب دیتے ہیں لیکن خواجہ آصف جن ملکوں کا دورہ کر رہے ہیں ان کے ساتھ ہمارے تعلقات پہلے سے بہت اچھے ہیں۔ انھیں اس سلسلے میں مڈل ایسٹ بھی جانا چاہیے تھا۔ بہر حال ہر ملک میں ایک فارن منسٹری ہوتی ہے جس میں اُس ملک کے لحاظ سے جو اہم ممالک ہوتے ہیں ان کے وہاں سپیشل ڈسک ہوتے ہیں جن کے اُوپر باقاعدہ سوچ بچار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی ملک میں مختلف دانشوروں اور یونیورسٹیز میں انٹرنیشنل تعلقات کے پروفیسرز کے تھنک ٹینکس ہوتے ہیں جو اس حوالے سے سٹڈی کرتے ہیں، تحقیق کرتے ہیں اور بہت محنت کے بعد پھر وہ آپ کی فارن منسٹری کو Input دیتے ہیں کہ اُن ملکوں میں کیا سوچ پروان چڑھ رہی ہے اس کی بنیاد پر

آپ اپنی فارن پالیسی کو لمحہ بہ لمحہ تشکیل دے رہے ہوتے ہیں۔ یعنی آپ اپنے ملکی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے مستقل طور پر سوچ بچار کرتے رہتے ہیں۔ ڈپلومیسی کے ذریعے آپ ان ممالک سے تعلقات بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہترین فارن پالیسی وہ ہوتی ہے جو نان الائیڈ ہو یعنی ہمیں غیر جانبدار خارجہ پالیسی بنانی چاہیے۔

سوال : پاکستان کی باوقار خارجہ پالیسی کے لیے آپ حکومت وقت کو کیا گائیڈ لائنز اور تجاویز دیں گے؟

ایوب بیگ مرزا : بریگیڈیئر صاحب نے درست کہا کہ ہمیں ایک غیر جانبدار خارجہ پالیسی بنانی چاہیے اور دوسرے ممالک کی طرح اپنے مفاد کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

سوال: کیا کوئی ملک اس دنیا میں غیر جانبدار رہ سکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : جس سنس میں آپ کہہ رہے ہیں اس میں تو نہیں رہ سکتا لیکن بہر حال فارن پالیسی کے لیے غیر جانبدار کا لفظ جس حوالے سے استعمال ہوتا ہے اس حد تک رہ سکتا ہے کہ آپ کسی کو باقاعدہ دشمن نہ بنائیں اور باقاعدہ اس طرح دوست نہ بن جائیں جس طرح مشرف کے دور میں ہم امریکہ کی گود میں چلے گئے تھے۔ نمبر 2 ہر ملک اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر فارن پالیسی بناتا ہے لیکن پاکستان کے اُوپر اس حوالے سے ایک اضافی بوجھ ہے کہ ہم ایک کمزور ملک ہیں، خاص طور پر معاشی لحاظ سے ایک کنگال اور دیوالیہ ملک ہیں۔ لہٰذا ان حدود میں رہتے ہوئے ہمیں پاکستان اور اُمت مسلمہ کے مفادات کو تحفظ دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جہاں تک بھارت سے تعلقات کا معاملہ ہے ہمیں بھارت سے بھی تعلقات اس سطح پر نہیں لے جانے ہوں گے کہ کوئی جنگ کا معاملہ بن جائے۔ لیکن ایک بنیادی بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ بھارت ہمارا یقیناً ازلی اور ابدی دشمن ہے لہٰذا ہم ایسی پالیسی بنائیں جس سے پاکستان اور بھارت کی دشمنی کم سے کم ہو جائے لیکن ہم بھارت سے دوستی کی طرف چل پڑیں تو یہ بالکل غیر فطری بات ہے جو ہمارے لیے انتہائی ضرر رساں ہوگی۔ یعنی بھارت سے دوستی کے لیے باقاعدہ اُصول و ضوابط طے ہونے چاہئیں اور باوقار انداز میں ہونے چاہئیں۔ پاکستان ایک اسلامی ملک کی حیثیت سے بھارت کے ساتھ معاملات طے کرے۔ جب تک بھارت ریاست پاکستان کو تسلیم نہ کرے جیسا کہ اس نے ابھی تک نہیں کیا۔ اُس وقت تک بھارت سے کوئی دوستی کا معاملہ نہیں ہونا چاہیے۔ جب تک کشمیر کا معاملہ طے نہ ہو بھارت سے محبت کی پینگیں بڑھانا کشمیریوں کے زخم پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہوگا۔ لہٰذا ہمیں اپنی خارجہ پالیسی بھارت کو سامنے رکھ کر طے کرنی ہوگی۔ ہماری پالیسی یہ ہونی چاہیے کہ ہم دشمنی کم سے کم رکھیں گے لیکن بھارت سے دوستی تو بالکل نہیں ہو سکتی۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : بحیثیت اسلامی ملک ہمیں اپنی خارجہ پالیسی اُصولوں پر ترتیب دینی چاہیے۔ ہمارے لیے سب سے پہلا اُصول یہ ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اس کی وجہ جواز اسلام ہے۔ لہٰذا داخلی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس نظریہ پر قائم ہوں۔ ہمارے آئین میں قرارداد مقاصد بھی موجود ہے جس میں اللہ کی حاکمیت کا اقرار بھی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنے آئین پر عملی لحاظ سے پورا نہیں اُترتے۔ اسلام میں سب سے بڑا اُصول عہد کی پاسداری ہے۔ عہد کی پاسداری مسلمان

> حالانکہ خارجہ پالیسی کی بنیاد ملکی مفادات پر ہوتی ہے، ذاتی مفادات پر نہیں ہوتی۔ لیکن نواز شریف کا خیال تھا کہ خارجہ تعلقات ذاتی دوستی کی بنیاد پر چلتے ہیں۔

کے ساتھ جتنی ضروری ہے اتنی غیر مسلم کے ساتھ بھی ضروری ہے۔ لہٰذا ہماری خارجہ پالیسی ایسی ہو جس میں بدعہدی نہ ہو اور جب بدعہدی نہیں ہوگی تو وہ بہترین ڈپلومیسی ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے جن قبائل سے بھی کوئی معاہدہ کیا کبھی اس کی خلاف ورزی نہیں کی۔ آپ ﷺ نے بار بار عہد کی پاسداری کا حکم دیا۔ لہٰذا ہمارے لیے آپؐ کا اسوہ ہی اصل اُسوہ ہے۔ جو قبائل اسلام قبول نہیں بھی کرتے تھے آپ ﷺ ان کے پاس بھی جاتے تھے اور ان کو اپنا حلیف بناتے تھے۔ اسی طرح ہمیں بھی اپنے حلیف ممالک میں اضافہ کرنا چاہیے۔ آپ ان کے ساتھ دوستی کی مشترک بنیادیں تلاش کریں اور ان کو نیوٹرلائز کریں۔ اس کے لیے داخلی اور معاشی استحکام بہت ضروری ہے۔ پاکستان کی معاشی صورت حال بہت دگرگوں ہے ہم قرضوں میں جکڑے ہوئے ہیں اگر آپ نے دوسرے ملکوں سے قرضے لیے ہوں تو پھر آپ کی آزاد خارجہ پالیسی کیسے بن سکتی ہے؟ اس وقت ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف پر ہولڈ امریکہ کا ہے لہٰذا یہ ادارے امریکہ کی مرضی کے بغیر آپ کو نہ قرضوں کی ری شیڈولنگ کریں گے نہ ہی کوئی چھوٹ دیں گے بلکہ وہ چاہیں تو آپ کی ایکسپورٹس ہی بند کر دیں۔ ہماری درآمدات زیادہ ہیں اور برآمدات کم ہیں۔ لہٰذا داخلی اور معاشی استحکام بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد سفارت کاری کا ایک رول آتا ہے۔ اس کے لیے آپ کے پاس ایک فل ٹائم وزیر خارجہ ہونا چاہیے جو احسن طریقے سے اپنی ذمہ داری نبھائے۔ ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کی جو فارن پالیسی بنے گی اس میں آپ کے حلیف بھی ہوں گے۔ آپ کے کچھ ہمدرد بھی ہوں گے۔

ایوب بیگ مرزا : میں نے کہا تھا کہ ہماری انڈیا سے دوستی نہیں ہو سکتی لیکن اب میں کہتا ہوں کہ ایک صورت میں ہماری انڈیا سے گہری دوستی ہونی چاہیے۔ وہ اس بنیاد پر کہ پاکستان مذہب کی بنیاد پر بنا تھا، اگر آج آپ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر بہت ضروری ہے کہ آپ بھارت کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں۔ کیونکہ اس وقت بھی ہندوستان میں پاکستان سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ اسلامی فلاحی ریاست کی کشش اتنی زبردست ہوگی، اس کے ثمرات اس طرح کھل کر سامنے آئیں گے کہ انڈیا کے لیے ممکن ہی نہیں رہے گا کہ پاکستان کے ساتھ تمام اختلافات ختم کر کے دوستی کا معاملہ نہ کیا جائے۔ پھر ہندوستان کی پاکستان سے دوستی اس کی مجبوری بن جائے گی۔ کیونکہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو ہندوستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ پاکستان کی قومی زبان اُردو ہندوستان میں وسیع پیمانے پر سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا اسلامی فلاحی ریاست بن جانے کے بعد پاکستان کے پاس ایک یہ بھی موقع ہوگا کہ اسے اسلام کی دعوت پھیلانے میں بڑی آسانی محسوس ہوگی۔ پھر انڈیا کی بدنیتی اپنی جگہ پر رہے لیکن اس کے تحفظ کا دارومدار اس پر ہوگا کہ وہ پاکستان کو تسلیم کر لے اور پاکستان کے ساتھ اپنے تعلقات دوستانہ رکھے ورنہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

بہر حال جہاں تک خارجہ پالیسی کا تعلق ہے تو میں یہی کہوں گا کہ جس ملک کے لیڈرز امریکہ اور برطانیہ میں ہی پڑھیں گے اور وہیں اپنی دولت جمع کریں گے تو وہ ملک اپنی آزاد خارجہ پالیسی کیسے تشکیل دے پائے گا۔ بجائے اس کے اگر ہمارے سیاستدان اپنا سرمایہ پاکستان میں انوسٹ کریں تو ان کا سارا انٹرسٹ بھی پاکستان میں ہوگا اور پھر وہ پاکستان کے لیے سوچیں گے بھی۔ ☆☆☆

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

گر کاسہ نکل آیا......!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

گزشتہ 17 سالوں میں نائن الیون کے بعد مسلم دنیا نے بدمست ہاتھی کی طرح جابجا ٹوٹ پڑتے امریکی ہاتھی کے ہاتھوں جو کچھ دیکھا...... وہ سب 17 دن میں امریکہ پر سے ہو گزرا۔ یاد رہے کہ بش، جس نے صلیبی جنون کے ساتھ یہ جنگیں شروع کیں، وہ ری پبلکن تھا، جن کا نشان ہاتھی ہے۔ اب ایک مرتبہ پھر وہائٹ ہاؤس میں ہاتھی براجمان ہے۔ ری پبلکن ٹرمپ (جس کی مشابہت بھی بدمست ہاتھی بلا سونڈ سے ہے) افغانستان پر ازسرِنو فوجی بھیجتا، بے رحم بمباری کی نئی اقساط افغان قوم پر بلا امتیاز مسلط کرتا تکبر سے زمین دہلا رہا تھا۔ افغانستان میں جہاز سے پمفلٹ گرائے (4 ستمبر) جن میں سفید کتے پر (طالبان کے جھنڈے کی آڑ میں) نمایاں طور پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوا ہے۔ اس کے پیچھے شیر لپک رہا تھا۔ افغان عوام کو یہ بتانے چلے تھے کہ عیاذاً باللہ۔ طالبان کتے کے پیچھے امریکی شیر آ کر تمہاری مدد کر رہا ہے۔ سترہ سالوں میں افغان قوم کو نہ سمجھ پانے والے! نتیجہ شدید غم و غصے کی لہر کا تھا۔ امریکی جرنیل کو معافی مانگنی پڑی۔ سیکولر ازم مسلم اقوام کے حلق سے اتارنے کی ساری کوششیں کلمہ لا الٰہ اور رسالت نبوی ﷺ کے سامنے دم توڑ جاتی ہیں۔ طالبان نے اپنی زبان میں اس کا عملی جواب کما حقہ دے دیا۔ دوسری جانب امریکہ عین انہی دنوں جس قیامت سے ہو گزر رہا ہے وہ یہ کہتی ہے کہ ہاروی اور ارما طوفان خونخوار شیر بن کر ان پر ٹوٹ پڑا ہے۔

ہاتھی کا نشان اقتدار میں ہے تو قرآن پوچھتا ہے: ''تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟...... پھر ان کا یہ حال کر دیا جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھوسہ۔'' (الفیل: 1 تا 5) پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ کی جگہ یہاں پے در پے طوفانی بگولے (Tornado)، سمندر کی اُمڈتی موجیں چھت پھاڑ ہوائیں تھیں۔ غرقاب فرعون اور دھنستے قارون کی کہانی تھی۔ نیٹ پر ہاروی اور ارما نامی بلاؤں کی تصاویر اور ویڈیوز ملاحظہ کریں۔ یہ اپنے پیچھے ان کے ہنستے بستے شہروں، کریبین میں یورپ، امریکہ کے عیاش امراء کے عشرت کدوں کو جانوروں کا کھایا ہوا بھوسہ بنا کر چھوڑ گئے۔ مقامی لوگوں کے مطابق درخت ماچس کی تیلیاں بن کر اڑ گئے۔ ہر چیز میزائل بن گئی۔ ٹوٹے گھروں کا ملبہ میزائل میں ڈھل گیا۔ دیوہیکل کرینیں ٹوٹ گریں۔ ایک شخص نے اپنے خوابوں کے گھر کا حشر نشر بعد از طوفان بتایا...... دیواریں گر گئیں، چھت اڑ گئی۔ کمرے کچرے سے اَٹے پڑے۔ گویا گھر میں بلا پھر گئی۔ باربوڈا کا جزیرہ 90 فی صد تباہ ہو گیا۔ کریبین کے عشرت کدوں پر 5 درجے کا تباہ کن ارما کارپٹ بمباری کرتا گزرا ہے۔ بے شمار علاقے شام، عراق، افغانستان، وزیرستان کی سی تباہی کے ہولناک مناظر پیش کر رہے ہیں جہاں امریکی ایماء پر یہ مناظر تخلیق ہوئے تھے۔ تھپیڑے کھانے والے امریکی ان طوفانوں کے لیے، دھماکوں، ایٹم بم، میزائل، جنگی مناظر، وارزون کی اصطلاحیں استعمال کر رہے ہیں۔ جنگ کی یہ تمام بلائیں امریکہ کی 9 ریاستوں پر ٹوٹ پڑیں۔ 60 لاکھ افراد کا جبری انخلاء تو صرف فلوریڈا سے ہوا۔ یعنی شام کا انخلاء، برما کا انخلاء (جس سے امریکہ یورپ منہ موڑے، ظلم کے ساتھ خاموش اظہارِ یکجہتی کرتا رہا۔ چین کے ساتھ امریکہ بھی مسلم علاقے کے وسائل چاہتا ہے۔) امریکی احکام پر خود پاکستان میں پے در پے آپریشنوں کے دوران اندرونِ ملک جبری انخلاء پر مجبور کیے گئے سوات، خیبر، وزیرستان کے بوڑھے بچے عورتیں...... خاندان، لاکھوں دربدر ہوئے۔ ہمیں پتھر کے زمانے میں دھکیل دینے کی دھمکی دے کر 17 سال ہمارے سینے پر مونگ دلتا رہا۔ اللہ نے 17 دنوں میں اسے پتھر کے زمانے میں دھکیل دیا۔ سربفلک بلڈنگیں بغیر بجلی کے منہ تک رہی ہیں۔ لفٹ کے بغیر ناقابلِ استعمال، غذا، پانی، ایندھن بجلی کا بحران۔ 30 لاکھ اتوار تک مسلسل 2،3 ہفتے بغیر بجلی کر رہے، باقی مزید ایک ہفتہ انتظار کریں۔ طوفان نے کھمبوں کو وکٹوں کی طرح اڑا دیا۔ بجلی کی تاریں، پائپیں، ٹیلی فون، نیٹ سب معطل، سڑکیں بہہ گئیں۔ ملبے سے اٹ گئیں۔ یہ کہانی طوفان پر ختم نہیں ہوئی۔ 2005ء کے قطرینہ کے بعد ایک شخص نے بتایا کہ اڑھائی سال بعد بھی جب وہ نیو اورلینز گیا تھا تو برباد گھر اور تباہی کے آثار جوں کے توں تھے۔ یہ بحالی اتنی آسان نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ جنگی تباہی کے بعد ان علاقوں پر چور، ڈاکو پل پڑے۔ کرفیو لگانا پڑا۔ یہ عین وہی سب ہے جو امریکہ نے عراق میں کیا۔ پہلے ملک تباہ کیا، پھر تیل چرایا۔ وسائل لوٹے۔ کمال تو یہ ہے کہ پاکستانی میڈیا نے امریکہ کے اس حشر نشر (کو کما حقہ دکھانے بتانے سنانے) سے نظریں چرائی ہیں!

اسی دوران شمالی برطانیہ پر سے ایلین نامی طوفان، 75 تا 83 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہواؤں اور تیز بارش کے تھپیڑے لیے ٹوٹ پڑا۔ 60 ہزار گھر بجلی سے محروم ہوئے۔ درخت گرے۔ گھروں کو نقصان پہنچا۔ پانی چڑھ آیا۔ ادھر بحرالکاہل بھی تپ گیا۔ مشرقی چین، اور جاپان پر ٹائفون تالم درجہ 4 طوفان کے برابر (213 کلومیٹر فی گھنٹہ) جھکڑ اور تیز بارشیں لیے چڑھا چلا آ رہا ہے۔ یاد رہے کہ دنیا بھر میں روہنگیا مسلمانوں پر مظالم کے خلاف عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان میں شدید غم وغصے کے اظہار کے علی الرغم چین نے سوچی کے ساتھ مکمل اظہارِ یکجہتی کیا ہے۔ مسلم کشی پر تھپکی دی ہے۔ برکس اعلامیے کے بعد ہمیں پڑنے والی یہ دوسری اینٹ ہے۔ طوفانوں کے تناظر میں گلوبل وارمنگ پر درختوں کے کاٹنے ودیگر عوامل کا رونا ہے لیکن ان کی سائنس چونکہ سیاسی بدمعاشیہ (بروزن اشرافیہ) کے تابع ہے لہٰذا پھٹتے بموں، فاسفورس، کیمیائی جنگوں کا دور دور کہیں تذکرہ نہیں ہے!

اس طوفان میں دو متقابل مناظر، دو تہذیبوں کا حال بتا رہے ہیں۔ امریکہ میں انخلاء ہوا تو شہریوں کی گودوں میں کتے، بلے تھے۔ بوڑھے والدین اولڈ ہومز سے نرسوں، انتظامیہ کے رحم وکرم پر بدترین مسائل کا شکار ہوئے، 8 جاں بحق ہوئے۔ دوسرا منظر انخلاء کا مسلم روہنگیا کا ہے۔ ایک نوجوان اپنے کندھے پر ترازو نما اٹھائے ہوئے جس کے دو پلڑوں میں بوڑھی ماں اور باپ بیٹھے ہوئے ہیں...... یہ مبارک بوجھ لادے قابلِ رشک نوجوان طویل پیدل سفر میں تہذیبوں کے تصادم کی کہانی بزبانِ حال بیان کر رہا ہے! اللہ کا ایک حکم اسے پابند کرنے کو کافی ہے: اپنے والدین کے ساتھ احسان کا رویہ رکھو...... نرمی اور رحم کے ساتھ شانے جھکا کر رہو۔ (بنی اسرائیل:

24،23)ادب شناس اور خدمت گزار بیٹا مہاجرت کے سفر پر! غم کا یہ پھوڑا اپنی جگہ دہک رہا ہے کہ جس قیامت سے بدھوں کے ہاتھوں یہ مسلمان گزرے ہیں وہ ناقابل بیان ہے۔ یہ وہی سب ہے جو امریکہ نے ریڈ انڈینز اور آسٹریلیا نے مقامی آبادی سے کیا۔ آج ہر جگہ مسلمانوں کا مقدر ہے۔ فلپائن اور چین میڈیا کی نگاہ سے ابھی دور ہیں۔ اس کا عشر عشیر اگر کسی مسلمان ملک میں غیر مسلموں کے ساتھ روا رکھا گیا ہوتا تو عالمی قیامت ٹوٹ پڑتی۔ جنگی مجرم قرار دیا جا چکا ہوتا۔ معاشی پابندیاں لگ جاتیں۔ خود (مسلمان) سیکولر فاشسٹ سینہ کوبی کرتے لال پیلے نیلے ہو جاتے! کیا نیند کے ماتے مسلمان اب بھی ہوش کے ناخن نہ لیں گے؟

پاکستان کے حوالے سے ڈیلی ٹائمز نے رپورٹ شائع کی ہے (7 ستمبر، ابرار حمزہ) جسے افغان میڈیا نے خوب اچھالا ہے۔ وہ یہ کہ پاکستان سٹیٹ بینک کی رپورٹ کے مطابق مالی سال 2015ء،2016ء کے 9 ماہ کے دوران 30 لاکھ ڈالر کا تازہ اور منجمد خنزیر کا گوشت افغانستان برآمد کیا گیا ہے (غیر ملکیوں نیٹو اور کولیشن فوج کے لیے!) جس کے لیے وزارت کامرس نے 2016ء میں باقاعدہ SRO/اجازت نامہ جاری کیا۔ نیز رپورٹ میں اس خدشے کا اظہار کیا کہ گورے، جنگلی خنزیر نہیں کھاتے، لہٰذا یہ امکان ہے کہ خفیہ خنزیر فارمنگ ہو رہی ہو۔ ٹنوں گوشت راولپنڈی سے لاہور جاتا رہا ہے۔ گویا امریکہ کی خدمت کے لیے نیٹو سپلائز میں صرف افغان بھائی مارنے کا اسلحہ، شراب اور امریکی سپاہیوں کے لیے پیمپرز اور بالآخر تابوت ہی نہیں، ان کی حرام غذائی ضروریات بھی فراہم کی گئیں۔ پاکستانی معیشت کی رگوں میں صرف ناپاک مسلط کردہ جنگ کے عوض ڈالرز نہیں، خنزیر فروشی کی رقوم بھی اتاری گئیں۔ افغان نیوز ایجنسی خامہ اور افغان ٹی وی چینل ون نے خبر اور پاکستانی خنزیروں کی تصاویر بھی نشر کیں، ذلت آمیز لہجوں میں۔ امریکہ سے چھتر کھا رہے ہیں، خنزیر کھلا رہے ہیں۔

ادھر یہ خبر بھی ہماری ہی ہو سکتی ہے ورلڈ ریکارڈ والی کہ جرمنی سے آنے والا درآمدی پی آئی اے کا سابق ایم ڈی واپس جاتے ہوئے ہمارا جمبو طیارہ بھی لے گیا! جہاں جہاز گم ہو جائیں، اغوا کر لیے جائیں دن دہاڑے، وہاں افراد کی گمشدگی کس کھاتے میں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کی لاپتگی پر چیئرمین سینیٹ رضا ربانی نے بے بسی سے کہا کہ گمشدہ افراد کی بازیابی کے معاملے پر پارلیمان بڑی طاقتوں کے آگے بے بس ہے۔ لواحقین بے بس، عدلیہ بے بس، پارلیمان بے بس۔ اس ملک پر بس کس کا چلتا ہے؟ باہر کی بڑی طاقتوں کے آگے بھی ہم بے بس اور اندر کی بڑی طاقتوں کے آگے بھی سبھی کا پتہ پانی! تاہم امریکی بڑی طاقت کے سونڈ کو لگنے والا داغ مقام عبرت ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری!

رب تعالیٰ کی کبریائی کو پہچان کر جتنی جلد سجدۂ سہو کر لیا جائے اتنا بہتر۔ ورنہ فرنٹ لائن اتحادی بن کر اللہ کا غضب مول لینے میں ہم نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ہاروی، ارما، ایلین، تالم کے مالک سے ڈرنا ہی بہتر! اتنی بڑی سپر پاور کے چند دن میں چھکے چھوٹ گئے۔ سائنس ٹیکنالوجی منہ تکتی رہ گئی۔ ہم کس کھیت کی مولی ہیں۔ سادہ بارش ہمیں تو غرقاب کر دیتی ہے۔ پناہ بخدا! ہوش کے ناخن لیجیے۔ ہم گدھے کے گوشت کو رو رہے تھے...... یہاں خنزیروں کے ریوڑ پل رہے ہیں ہوس زر کے ہاتھوں۔

عجب اس دور میں اک معجزہ دیکھا کہ پہلو سے
یدِ بیضا نکلنا تھا مگر کاسہ نکل آیا!

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیھونٹ نز د نیلور اسلام آباد'' میں

08 تا 14 اکتوبر 2017ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

13 تا 15 اکتوبر 2017ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-4434438 ,0333-5382262

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 36316638-36366638(042)

حج کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟

مولانا محمد وقاص رفیع

اسلام کے اندر تمام عبادتیں یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سب عظیم الشان ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں اور جس طرح دیگر عبادات کے انوار و برکات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ایک عبادت سے دوسری عبادت کی کمی پوری نہیں ہوسکتی، اسی طرح حج کے بھی انوار و برکات دوسری تمام عبادات سے یکسر مختلف ہیں اور اس کی بھی ضرورت اور کمی دوسری کسی عبادت سے پوری نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کے انوار و برکات کو حاصل کرنے کے لیے تو بیت اللہ شریف جا کر حاضری دینا اس کی اولیں شرط ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک انسان خود حج کرنے نہ جائے محض حج کے فوائد وثمرات سننے سے وہ اس کے فوائد و برکات کو کماحقہ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ انسان جب خود حج کرنے جاتا ہے تب اسے اس کے حقیقی منافع اور اس کی برکات سمجھ میں آنے لگتی ہیں اور پھر اس کا دل گواہی دیتا ہے کہ اس کے اندر انقلاب آ رہا ہے، اس کے کردار میں تبدیلی آ رہی ہے، اس کی سوچ تبدیل ہو رہی ہے، اس کے جذبات بدل رہے ہیں۔ چنانچہ بیت اللہ شریف جا کر انسان خود محسوس کرنے لگتا ہے کہ میں وہ نہیں ہوں جو اپنے وطن میں تھا بلکہ یہاں آ کر میں کچھ اور ہوگیا ہوں، یہ سب حج بیت اللہ کے حیرت انگیز اثرات کا نتیجہ ہیں۔

دنیا میں اس وقت بھی سات بڑے عجائبات مشہور ہیں، لیکن ان سب کا حال یہ ہے کہ انسان اگر ان کو پانچ، دس مرتبہ بھی دیکھ لے تو ان سے اس کا جی بھر جاتا ہے اور مزید انہیں دیکھنے کا دل نہیں کرتا۔ لیکن ایک بیت اللہ شریف دنیا میں ایسی مقناطیسی عمارت ہے کہ جس کو دیکھتے ہی انسان کا دل اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور وہ انسان کے دل کو موہ لیتا ہے اور اس کو دیکھتے دیکھتے انسان کی آنکھیں سیر ہی نہیں ہوتیں۔

بہرحال ایک ہے حج کا قبول ہونا اور ایک ہے حج کا ادا ہونا۔ یہ دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔ حج ادا تو اسی وقت ہوجاتا ہے جب آدمی اس کے تمام اعمال قاعدے کے مطابق ادا کرلے۔ حج کے دو ہی رکن ہیں: ایک وقوف عرفہ، خواہ ایک منٹ کے لیے ہی ہو اور دوسرے طواف زیارت۔ باقی کچھ واجبات ہیں، کچھ شرائط ہیں اور کچھ سنن ومستحبات ہیں۔ لہٰذا اگر حج شرعی طریقہ کار کے مطابق ادا کیا جائے تو وہ ادا تو ہوجاتا ہے، لیکن کیا مقبول بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ اس بات کو معلوم کرنے کے لیے علمائے کرام نے چند علامتیں لکھی ہیں:

1 پہلی علامت یہ ہے کہ حج سے واپس آنے کے بعد آدمی کے اعمال میں بہتری پیدا ہوجائے۔ اس لیے کہ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ نیکی کے فوراً قبول ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد آدمی کو دوسری نیکی کی توفیق مل جاتی ہے۔ اس لیے ہر آدمی کو اس بات کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی میں پہلے وہ جتنا اہتمام کرتا تھا اب اس سے زیادہ کرنے لگا ہے یا نہیں؟ گناہوں سے بچنے کی پہلی جتنی کوشش کرتا تھا، اب اس سے زیادہ کرنے لگا ہے یا نہیں؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو پھر سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا حج اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوگیا ہے۔

2 دوسری علامت یہ ہے کہ وہاں کی محبت اور عقیدت اس قدر دل میں رچ بس جائے کہ گویا آدمی اپنا دل ہی وہاں چھوڑ کر آ جائے اور بار بار وہاں جانے کا شوق اس کے دل کے آنگن میں انگڑائیاں لینا شروع کردے۔

اس میں شک نہیں کہ آدمی جب حج پر جاتا ہے تو اس کے ماحول کے نورانی اثرات و برکات اس پر لازمی پڑتے ہیں۔ اس لیے آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر دیکھے کہ وہاں کے ماحول کے نورانی اثرات ابھی تک اس پر موجود ہیں یا نہیں؟ اگر موجود ہیں تو ان کے ماند پڑ جانے سے پہلے ان کی حفاظت کرے۔ اس لیے کہ ہمارا معاشرہ اور ماحول ہر قسم کے گناہوں سے بھرا ہوا ہے، اِدھر جاؤ گناہ کی دعوت، اُدھر جاؤ گناہ کی دعوت، نگاہوں کو گناہوں سے بچانا آسان نہیں، کانوں کو گناہوں سے بچانا آسان نہیں، کہیں گانوں اور باجوں کی آوازیں کانوں میں پڑتی ہیں تو کہیں غیبت، جھوٹ اور گالیاں زبان سے نکل جاتی ہیں، اسی طرح پیٹ کو حرام مال سے بچانا آسان نہیں، کہیں رشوت ہے تو کہیں تو سود، کہیں ناجائز ملازمتیں ہیں تو کہیں ناجائز ذرائع آمدن۔

حج کو بچانے کا ایک یہ بھی طریقہ علماء نے لکھا ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنا تعلق نیک لوگوں کے ساتھ قائم کرلے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ حج سے آدمی جو نیک جذبات وخواہشات اور تاج دار دو عالم سرور کونینؐ کے روضہ اقدس کی مشک بار فضاؤں کے قیمتی ثمرات و برکات لے کر آتا ہے ان کی اس سے حفاظت رہے گی اور اس طرح اس کا حج ضائع ہونے سے محفوظ رہے گا۔

بہرحال یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول اور معاشرے سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ پر بھی ماحول کی کیفیت اسی طرح ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جب ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہمیں یوں محسوس ہونے لگتا ہے گویا ہم جنت اور جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب ہم گھر واپس چلے جاتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہنسی کھیل میں مشغول ہوجاتے ہیں تو پھر ہماری یہ کیفیت نہیں رہتی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اطمینان دلایا اور تسلی دی۔ الغرض حج کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کا تقرب اور اس کا خوف پیدا ہو۔ لیکن جب آدمی حج کے بعد دوبارہ اپنے معاشرے میں قدم رکھتا ہے تو اس کے لیے گناہوں سے بچنا اتنا آسان نہیں ہوتا، لہٰذا ہر ایک شخص کو چاہیے کہ وہ قدم قدم پر اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے اور اپنے آپ کو گندے معاشرے کی نحوست سے حتی الامکان بچانے کی کوشش اور فکر میں لگا رہے۔

☆☆☆☆

حلقہ کراچی جنوبی کے تحت سہ ماہی تربیتی اجتماع

راؤ محمد سہیل

اجتماع 6 اگست بروز اتوار مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا عنوان ''امام الناس کے نقشِ قدم پر'' رکھا گیا تھا۔ میزبانی کے فرائض معتمد حلقہ عبید احمد نے ادا کیے۔ صبح ساڑھے سات بجے اجتماع کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک مع ترجمہ سے کیا گیا جس کا شرف ڈیفنس تنظیم کے رفیق جناب حافظ ڈاکٹر محمد فصیح کو حاصل ہوا۔ آپ نے سورۃ الصّٰفّٰت (آیات: 99 تا 110) کی خوبصورت تلاوت کی۔

اس کے بعد امیر مقامی تنظیم کورنگی وسطی جناب عامر خان نے ''فریضہ حج اور اس کے ثمرات'' پر خطاب کیا۔ تذکیر بالقرآن کے بعد راقم نے ''عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت'' ارشاد نبوی ﷺ کے چند مبارک ارشادات کی روشنی میں بیان کی۔ 9 ذوالحجہ کے روزہ سے متعلق آپ ﷺ کا یہ فرمان مبارک ہے کہ ''جو یوم عرفہ کا روزہ رکھے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایک سابقہ سال اور آئندہ آنے والے ایک سال کے گناہ معاف فرمائے گا''۔ بعد ازاں اولڈ سٹی تنظیم کے رفیق محمد نعمان نے ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت و فضیلت'' پر گفتگو فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ جو بھی توحید پرست بننا چاہتا ہے تو اس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات بہترین پیمانہ ہے۔ ان کے بعد کورنگی شرقی تنظیم کے رفیق حافظ حماد الرحمان ترک نے ''حمد باری تعالیٰ بزبان ابراہیم'' بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ آج کا دور مادہ پرستی کا دور ہے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مادہ پرستی کی شدت سے نفی کی ہے۔

وقفہ کے بعد ملکی اور غیر ملکی حالات کا تجزیہ کلفٹن تنظیم کے ناظم دعوت جناب کرنل محمد امین نے پیش کیا۔ انہوں نے پانامہ کیس کا فیصلہ، پاک افغان تعلقات، بھارت اور اسرائیل کا گٹھ جوڑ اور کشمیر کی موجودہ صورتحال کے ساتھ ساتھ کچھ دیگر واقعات کا بھی تذکرہ کیا جو اس سہ ماہی میں رونما ہوئے تھے۔ ان کے بعد حلقہ کے ناظم تربیت جناب ڈاکٹر محمد الیاس نے ''ابتلاء ابراہیم علیہ السلام'' پر ایمان افروز خطاب کیا۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی حیات مبارکہ سے فکری و عملی امتحانات کی مثالیں پیش کیں کہ کس طرح سے ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی رضا کے لیے والدین، قوم، وطن، بیوی، بچے اور اپنی جان کی محبت کی قربانیاں پیش کیں۔

بعد ازاں امیر مقامی تنظیم اولڈ سٹی محمد رضوان نے ''ابراہیم علیہ السلام کی وصیت'' کے ذیل میں گفتگو فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیونکہ اللہ کے نبی تھے اور انبیاء کرام درہم دینار چھوڑ کر نہیں جاتے بلکہ ہدایت پر مبنی علم ہی ان کا ورثہ ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اسی چیز کی وصیت کی جس پر ساری زندگی خود گامزن رہے یعنی ہر آن اللہ ہی کی عبادت اور اس کے ہر حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا۔ مرکزی موضوع کا لحاظ رکھتے ہوئے ویڈیو کلپ بانی محترمؒ اور انجینئر نوید احمدؒ دکھائے گئے۔ بعد ازاں رفقاء کے تناظیم کی ترتیب سے مذاکرہ کے لیے حلقے بنا دیئے گئے اور تمام حلقوں میں مقامی امراء نے مذاکرہ کروایا، جس کا موضوع فرضیت دعوت تھا۔ اس پروگرام کا دورانیہ 30 منٹ تھا۔ آخر میں امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر نے ''مناجات ابراہیم علیہ السلام'' کے ذیل میں حکیمانہ خطاب فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام اولاً اپنی ذات کی فکر کرتے ہوئے اللہ سے دعا گو ہوتے ہیں کہ اے اللہ مجھے صحیح فہم اور نیکوکاروں کی صحبت عطا فرما۔ دعوت دین کی توسیع کے پیش نظر عوامی مقبولیت کی دعا کے لیے فریاد کرتے ہیں کہ اے اللہ میرا ذکر خیر بعد والوں میں جاری کر دے۔ اپنی محنتوں سے زیادہ قبولیت الٰہی پر انحصار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے اللہ تو مجھ سے یہ محنت قبول فرما لے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنت کے حصول، دوزخ سے پناہ، نیک اولاد کا سوال، دنیوی نعمتوں کا سوال، بت پرستی سے حفاظت، والدین کی مغفرت اور رحمت اللعالمینؐ کے ظہور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں دست بدعا نظر آتے ہیں۔ امیر حلقہ نے تمام شرکاء کا عموماً اور مدرسین کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا کہ جنہوں انتہائی محنت کے ساتھ اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کی۔

انہوں نے حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تناظیم میں توسیع کی نوید بھی سنائی کہ بحمد اللہ اس سہ ماہی میں حلقہ کراچی جنوبی میں 3 نئی تناظیم کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اور حلقہ کراچی جنوبی میں مقامی تناظیم کی تعداد 8 سے بڑھ کر 11 ہو گئیں ہیں۔ امیر حلقہ کی دعا پر اس بابرکت محفل کا اختتام ہوا۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم بی ایس آنرز، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4556441

دعائے مغفرت — انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ سکھر، صادق آباد کے مبتدی رفیق ملک محمد خان وفات پاگئے

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے مبتدی رفیق جناب محمد سلیم خان وفات پاگئے

☆ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد اسرہ ناصر پور کے ملتزم رفیق محترم طارق محمود شاہ کی والدہ وفات پاگئیں

☆ کراچی جنوبی، لانڈھی کے ملتزم رفیق جناب کاشف نیاز کی والدہ وفات پاگئیں

☆ کراچی جنوبی، اختر کالونی کے ملتزم رفیق جناب محمد زاہد کے والد وفات پاگئے

☆ کراچی وسطی، قرآن مرکز جوہر کے رفیق سید نبیل مصطفیٰ کے والد وفات پاگئے

برائے تعزیت: 03323531744

☆ کراچی جنوبی، کورنگی وسطی کے ملتزم رفیق محمد انیس کے بڑے بھائی وفات پاگئے

☆ پنجاب شرقی، بہاولنگر کے نقیب اعلیٰ ثاقب وسیم خاکوانی کی پھوپھی وفات پاگئیں

برائے تعزیت: 0307-6064185

☆ حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم النور کالونی کے امیر چودھری سلطان احمد کی ہمشیرہ اور ماموں زاد بھائی وفات پاگئے

☆ راولپنڈی، النور کالونی کے مبتدی رفیق افتخار احمد کے بڑے بھائی وفات پاگئے

☆ راولپنڈی، النور کالونی کے مبتدی رفیق چودھری محمد افتخار کے چھوٹے بھائی وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Consumerism in Islam

Buying and using of goods and services and the belief that it is good for a society or a person to buy and use a large quantity of goods and services is called consumerism as defined by Oxford Dictionary but the opinion of general people about consumerism is much different from that in the dictionary. Excess buying of goods and services is not necessary for a person.

The word consumerism is derived from the root word “Consume”. Consumption and consumerism are synonyms. The term consumption has great significance in Economics. Entire activities of the economy revolve around consumption and production. The Classical Economist, Jean-Baptise Say believes that supply creates its own demand. The theory was well appreciated in his time, but later on many economists, including JM Keynes, have criticized the theory of JB Say. Keynes argued how merely producing goods in society will not create demand or will consume the goods produced. It was thought impossible.

Fundamentally, demand creates supply. If the market has demanded any particular commodity, the producer will provide the products and supply according to the demand. Supply never generates demand. In the words of JM Keynes, excess supply may create deflation in the economy which may lead to disequilibrium in the market and economy and create a lot of problems. Now some modern economists have a belief that the excess production and consumption is the key to economic growth. They argue the excess supply of goods induces people to consume more than requirement; thus the government will receive huge production taxes from industries and huge sales taxes from consumers. The tax contribution from both the sides will increase the revenue of the government.

It could be useful in the first and the second rounds but in the third round, it may lead to disequilibrium in the production section. The powerful multinational companies will hijack the market and produce unnecessary goods and sell to people through their marketing channels. The needed area of production will be ignored. Today housing is a basic need of people, but there is hardly any construction company in the world that proclaims to produce affordable houses as they do with mobiles. More than 100 companies are producing various types of mobile, tablet and laptop with many features. Moreover, they try to reduce the price to become more competitive in market. Why do private companies or governments not join the housing sector and start producing various kinds of houses with a lot of features in affordable price? Housing is a basic need of human society. It is an issue of serious attention which is neglected by the government and private sector alike.

The consumer does not require mobile handset every year, but mobile companies put some features every year to induce consumers to buy mobile handset every year. Excess production of mobiles will create much pollution, harmful rays and noise and reduce the natural material used in the manufacturing of mobile. Mobile telecommunication companies are advertising their products through the various tools to attract the customer. Customers change their mobile handsets and electronic stuff and vehicles yearly in the name fashion and style.

The Mobile Phone Market

The increase in the number of mobile cell phones in the world has been impressive. The following

The Mobile Phone Market

The increase in the number of mobile cell phones in the world has been impressive. The following graph shows subscriber growth between 2005 and early 2013, according to ITU figures. The 6.8 billion subscribers are approaching the 7.1 billion world population. The graph shows that as world mobile-cellular penetration approaches 100%, market saturation grows and the growth rate decreases.

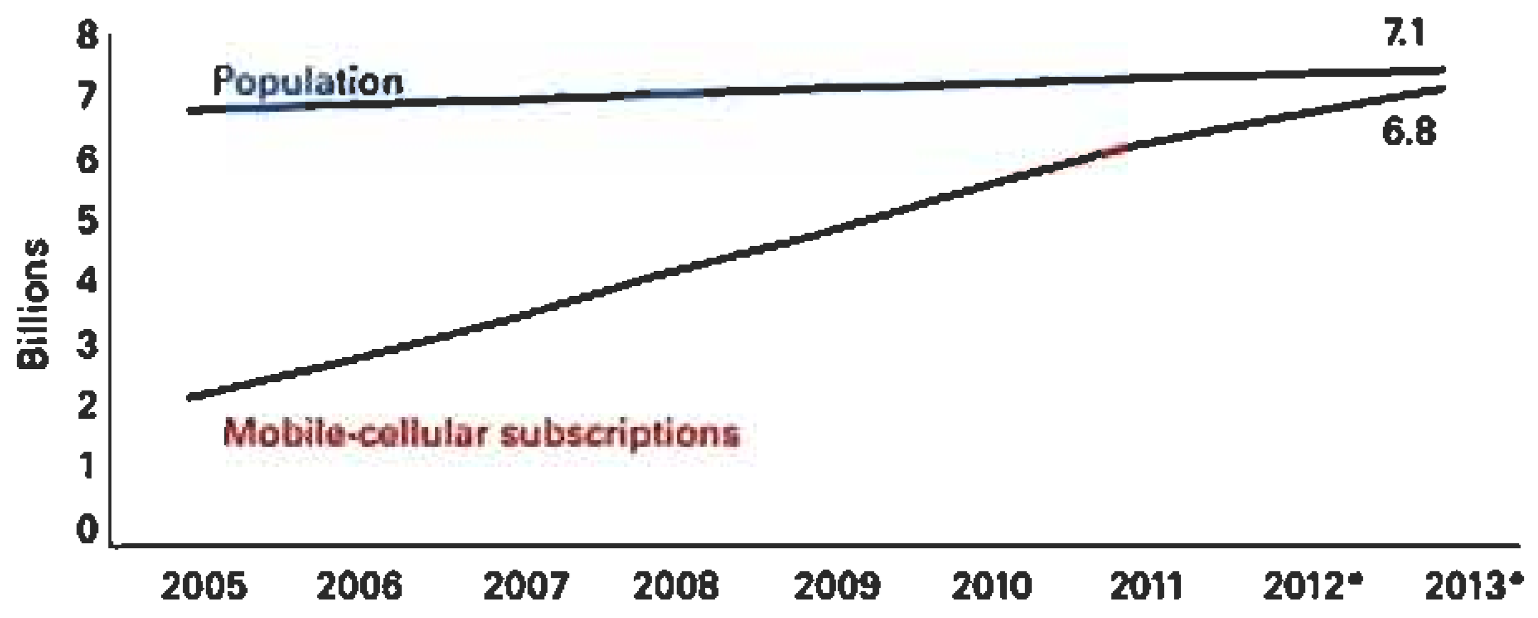

Source: ITU World Telecommunication/ICT Indicators database
Note: * Estimate

Islam prohibits the practice of extravagance and misuse of resources. Allah *(SWT)* says in the Qur'ān:

"Indeed squanderers are brothers of devils, that is, they follow their way, and the Devil was ever ungrateful to his Lord". ***(Qur'ān 17:27)***

"O Children of Adam! Don your adornment, that which covers your nakedness, at every place of worship, at prayer and at the circumambulation, and eat and drink, what you want, but do not be excessive; He truly does not love those who are excessive".***(Qur'ān 7:31)***

Islam does not appreciate the exercise of misusing the God-gifted resources. The Prophet *(SAAW)* said at one occasion that one should not waste water during Wudhu (Ablution) even though he has a running river of water.

The Prophet *(SAAW)* passed by a person named Sa'd *(RA)* while he was performing ablution. The Prophet *(SAAW)* said, "What is this extravagance?" Sa'd *(RA)* said, "Is there extravagance with water in ablution?" The Prophet *(SAAW)* said, "Yes, even if you were on the banks of a flowing river." ***Narrated by Ibn Majah***

Musab bin Umair *(RA)* was from one of the richest families of Makkah, before accepting Islam he used to lead a lavish life. Every day he used to wear a new cloth, he does not wear used clothes, he used high quality of perfume. When he passed through any street, the street started smelling for a long time and people quickly traced that Musab bin Umair *(RA)* passed through it. But after accepting Islam, he left all luxuries. The fear of accountability made him live like a destitute.

Allah *(SWT)* has made the human being trustee of the resources he has. He is not the real owner of the resources. He will be accountable of his every deed. Allah *(SWT)* will ask the account of his wealth after Prayer on the Day of Judgement. May Allah *(SWT)* forgive us! Allah *(SWT)* the Exalted is hard in taking account. The concept of accountability is associated with Day of Judgement in Islam. Islam puts a lot of stress on accountability. Therefore, people avoided taking the position of judge and any higher authority during the time of the Prophet *(SAAW)* and the righteous caliphs *(RA)*. It was nothing but fear of Allah *(SWT)* and sense of accountability that stopped them from holding any higher positions.

Poverty is not the issue of scarcity and dearth; it is a fact that this is the problem of mismanagement of resources. A lot of mismanagement of resources is noticed in our society, especially in food and water, especially in an Arab country. Million-dollar worth food is thrown in garbage boxes in Gulf countries every day. However, this food could be enough to feed thousands of African people daily. Many people are dying in African nations due to malnutrition. They do not have food for survival. Extravagance is the root of poverty, corruption, dishonesty and economic disorder. It is high time we pondered over the issue and managed the resources in the best possible manner.

Source: http://radianceweekly.in

Note: The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all conclusions drawn in the article.

AAA

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.37
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore